

اِنَّ عَلَیْكُمْ لَآئِنَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝ فَاَقْرَبُوا لِلَّهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

1942

ایم کلثوم فاطمہ کا ہوا  
 ہے دلیل محبت والہانہ  
 علیہا فاطمہ سے تھا یہ کاریگری  
 اس سے ناخوش ہو گئے شیخ  
 عقد فاروق سے بلا اکراہ  
 عمر و مرثیہ کی رشتہ  
 احمد رضا کہ سال ۱۲۹۹ھ - الموسوم بہ

الجزء الخامس

حل عقد ام کلثوم

از رشحات قلم بلاغت رقم سید منظر حسین صاحب فی اسے فنی قابل  
جس میں کتب معتبرہ و مشہور و کسنی سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی  
و دختران اشتر سیدہ ام کلثوم فاطمہ کا نکاح زینب بنت جحش اب میمانہ عمر بن خطاب  
سے ہر عیسا مندی و فقیہین ہوا۔ نیز ان تمام و سادات کا بھی بوجہ اسن رد کیا جو  
جو چار صدویں صدی کے رد و انقض اپنی اصلاح اربعہ کو پس پشت ڈال کر نکاح  
کے متعلق پیش کیا کرتے ہیں

بمقره بعبید میا و البشی صلعم

دائرة اصلاح لاہور نے بانادہ اہل سنت مجاہد اکرم مفت تقسیم کیا

مطبوک کتب و نسخ خطی و کتب نایبہ کتب



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## وسایحہ طبع ثانی

قرآن السعیدین شائع کئے ہوئے ہا سال سے زیادہ گزر گئے ہیں۔ اس عرصہ میں ہندی شیوا نے کئی بار سرکاری طور پر شائع کیے مگر طبع ام کلثوم کے مندرجہ ذیل مسئلہ پر دستم آٹھنے کے انہیں کبھی جرأت نہیں ملی۔ یہی یقین ہے کہ قرآن السعیدین کا سارا ذکر کر کے وہ دل سے اس کتاب کی واقعیت کے قائل ہو گئے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ تعصب و فرقہ بندی کی قید اور کٹھن حق کی نگاہ انہیں حق کوئی سے نہ دے سکے ہوئے ہے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ تو یہ کر کے داماد علی المرتضیٰ حضرت امیر فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ کے غلاموں میں داخل نہ ہو جاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو القاسم زبان سے معلوم ہو گیا تھا کہ گبران و جوسیان ایران اپنے آپس کی لڑائی پر دانت پیستے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لباس میں جھپٹے دل کے پھپھوٹے چھوڑ گئے۔ اور بعض دفعہ تعصب سے طرح طرح کے بے سرو پا قیسے جوڑ گئے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خواستگاری ام کلثومؑ کی اور انہیں طلاق پر راضی کر دیا۔ مگر دشمنان دین غیور خسر کے محب کہلاتے تھے مگر بیل اللہ و داماد کی بدگونی پر زبان کھولیں تو ان کی محبت اہل بیت علی رضی اللہ عنہ کی قلبی کھل جلتی۔ اور وہ فہمت الذی کفر کے مصداق نظر آئیں۔ لہذا کہ عقدا ام کلثوم رضی اللہ عنہا روافض کے لئے ایسا سخت واقعہ ہے جو ان کے تمام تعصبات کو جو وہ حضرت فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ سے رکھتے ہیں بیخ و بن سے اکھاڑنے والا ہے۔ اس مسئلہ پر بحث کو ان کیلئے زندہ درگور ہونے کا مترادف ہے۔ اسلئے وہ آئیں بائیں شاہین کر کے اس بحث سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ مگر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بھگانے کے لئے لاجول کی تاثیر دیکھنا ہے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ اسی اختیار سے کام لینا چاہئے۔ کان کی جلدات ملیج و لکھور کا ہنوس دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ان کو شکست دینے کیلئے کافی ہیں۔ انہی سے ان کا تلافیہ تنگ کرنا چاہئے۔

سیدنا عمر فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا طلاق آن عام جھوٹے قصوں کی نگاہ سے کئے گئے ہیں۔ جو روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی دشمنی ثابت کرنے کیلئے تصنیف کر رکھے ہیں۔ کوئی شیخی مجتہد جو اپنی کتب احادیث سے واقف ہو اس کتاب سے انکار نہیں کر سکتا۔ ان حضرت علی رضی اللہ عنہ و شیعہ فدا پر یہ اتہام لگا سکتا ہے کہ انہوں نے ڈاکو یا قیدی سے "خبر بھر فرما دیا" مگر یہ قول اس عند دلی کا منظر ہو گا جو شیخ جناب مرتضیٰ سے دیکھتے ہیں۔ کچھ حدیثی ایک شیخ صاحب غشی محانت الدین صاحب عمریٹ کی محبت بنیاب خیر احمد صاحب اپنے لاہوری مجتہد کے پاس کافی سے یہ طلاق ثابت کرنے کیلئے گئے۔ مگر صاحب نے اپنے کشمیری بھائی مجتہد کو امام غائب کی مصالحت کتاب سے وہ تمام حوالے نکال کر دکھا دیئے۔ یہ کتاب دوا میں نقل کی گئی ہے۔ اولی الفوج غصبناہ طے کر کے مجتہد صاحب نے فرمایا کہ چھپنے میں غلطی سے ضل کی جگہ میں لکھا گیا ہے۔ درست غصبناہ ہے۔ جس کے سنی آپ نے کیا ہی درست بتائے کہ یہ پہلی دفعہ لکھی بات ہے۔ جس سے ہم غصبناہ کہہ رہے ہیں۔ بقیہ صاحب نے کہا بہت خوب اس گندی بات کو نظر انداز کر دیں۔ اور دوسرا حوالہ ملاحظہ کریں۔ جس میں بداد و غایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنی بیٹی ام کلثوم کو حوث گزارنے کے لئے گھسے آنے کا ذکر ہے۔ اور تیسری اصول کافی میں یہ وہ دوسری حوالہ حدیث بھی ملاحظہ کریں۔ جس سے آپ کے خلیل صاحب بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ طلاق ام کلثوم رضی اللہ عنہا دیتے ہیں۔ مجتہد صاحب نہ دیکھ کر بھوت ہو گئے۔ اور کھسے یا نہ ہو کر فرامانے لگے کہ کافی منہ باری بخاری کی طرح صحیح کتاب نہیں ہے۔ ہم اس کو نہیں ملتے۔ اس میں کئی حدیثیں چھوٹی ہیں۔ اور کئی تفسیر کی ہیں۔ کہیں تم نے نہیں کافی پڑھتے پڑھاتے دیکھا ہے۔ بقیہ صاحب نے کہا کہ پھر آپ کی کوئی مذہبی کتاب قابل اعتبار ہوئی۔ قرآن نزو و امام غائب۔ کتب احادیث ناقابل اعتبار مجتہدین کے اقوال مات المفتی مات الفتویٰ کے فیصلہ کے مطابق بیچارہ میں کوئی آپ سے کس اصول پر گفتگو کرے۔ مجتہد صاحب نے فرمایا ہم مجتہد ہیں۔ ہم جو کہیں ہی شکیک ہے۔ وہ ابواب! کیا مذہب ہے۔ کہ کوئی کتاب قابل استناد نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ واقعہ نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا شیعوں کے لئے سو اونی جان ہے۔ اس لئے وہ



قرآن و حدیث اور فقہ کو جھٹلا دیجئے۔ مگر اس واقعہ کو تسلیم نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس سے ان کے دل پانی مریا ہے۔ اور انہیں کے اصول کے مطابق نہ مٹانے سے بہتر کچھ دانا دیتا ہے۔ انہیں حضرت عمرؓ کو جناب علیؓ پر فقیہیت دینی پڑتی ہے مگر چونکہ ہونا تھا ہر چکا۔ اب ان کے انکار سے کیا ہو سکتا ہے۔

گیا ہے سانپ نکل اب لکیر چٹا کر

سید مظہر حسین صاحب لی لے لٹنی نائل نے جس جاکھا اور عرق ریوی سے سکہ عقد آہ کلثوم دعا کو مل فرمایا ہے۔ وہ انہی کا جھوٹا جاکھا ہے۔ ان کی لاجاب کتاب قرآن السعدین نے چھٹ ہی ردافض کی زبان بند کر رکھی ہے۔ اور یہ نقاش نقاش ثانی بہتر کرسد زاول کی مصداق تالیف ان کے لئے اور بھی دنان بند و لب و زنا بیت ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

دائرة الاصلاح لاہور

## دی جسے صفدر نے بیٹی تو اسے دگالیاں

عہد فاروقی میں قوم بن تقیہ سے بنا دشمن و ابا و بی تو اسے بھی محب !!	رافضی اہل میں سے جو مشرکین بغض میں ہیں
حب جیدہ بغض فاروقی اہل میں سے ہو	یہ تو ہے عجمی مشرکین سے پڑا ذکرہ فرس
اسی جسے صفدر نے بیٹی تو اسے دگالیاں	ہے چہار گیارہ برس کو تو نے لیس عرص
عزت اشنام کو بھیجا ہے تو کار ثواب	قابل لغت ہے کسی رافضی تیری یہ تو ہیں
ذکرہ سے جائیں دوزخ میں مانگ کھینچ کر	ذکرہ ہوا نام تیرا بھی مثل شیخ موسیٰ
دشمن دانا و جیدہ رافضی تب سے بنا	تن کے ڈابے سے جو نکلتے تیری کھڑکی
جس بوجہ کسی کو کیا صہر علیؓ نے تھا اہل	جبکہ ایران میں لے کر آئے تھے تو اس کو
یہاں جو	میں تو اس کے قوم فروروز کو پانچ سو

دور ایمان ہے تو بن فاروق اعظم کا نظام  
وہ ہم سمجھیں گے تو ہے زحیٰ جہاں میں

## روافض کی حق پوشی و بل کوشی

امیر المؤمنین امام المتقین و الامار اول فاروق اعظم زینت النبیر و المحراب سیدنا محمد بن ابی الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح زندگی کا سب سے دلچسپ و دلکش جو سلسلہ میں ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا نکاح سیدہ مطہرہ حضرت آہ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھا۔ جو امیر المؤمنین امام المتقین مظہر العجاہب و الخراب اسد اللہ انالعب علیہ و ابنا ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی اور حضرت طاہرہ سیدۃ النساء طاہرۃ الثریا حضرت فاطمہ کے قاتلے عنہا کے بطن مبارک سے تھیں۔ اس قرآن السعدین کے واقعہ کو قرون اولیٰ میں اور اس کے بعد بھی ایک مدت تک سائر مورخین و محدثین نے علی التواتر بیان کر کے اس کثرت سے شہادتیں پیش کیں ہیں جو حق الیقین کا درجہ رکھتی ہے۔ اور دیکھنے کی چٹ تمام عالم اسلام پر کا نقش فی الجہر ہویدا کر دیا ہے کہ یہ نکاح ہوا اور غریب ہوا اور کین بر قسمی سے خذہ روافض نے جو اہلیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب نبی صلعم کی دشمنی میں بدلوئے دکھتا ہے اور اس حق کو پردہ لائے تعصب و کذب میں مستور کرنے کیلئے یگانہ روزگار ہے۔ مصلحتاً اس صداقت سے روگردانی شروع کی۔ اور یہ سکہ بدریج تنزل کرتا ہوا موجودہ زمانے میں اس حد تک پہنچ گیا ہے۔ کہ ان کے لئے اس کا خیال بھی موجب قہر و غضاب الہی ہے۔ اور باوجود اس واقعہ کی صحت کے وہ اسے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ اس حقیقت نے انہیں پاؤں آتش کر رکھا ہے۔ اور کباب آبا انہیں کسی گرد و پیش میں نہیں پڑتا۔ اس لئے وہ اپنی انتہائی کوششیں اب اس امر میں صرف کر رہے ہیں کہ اس صداقت اعظم کو مخفی اعلیٰ اور روایات کا ذہب کے ایک غیر سلسل وغیرہ لوط روایات کی حسن و خفاشاک سے جن کے لانتہا اناہوں پر وہ قابض ہیں ڈالنے دیا جائے۔ ورنہ ان کے مذہب کی غیر نہیں۔ کسی جگہ تفسیر کی سپر استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ دیکھتے ہیں کہ یہ راستہ کی تیغ نیز کا ایک وار بھی برداشت نہیں کر سکتی تو حضرت امیر ان کے صبر و تحمل کی آڑ میں پناہ لینے کی کوشش



کی جاتی ہے۔ لیکن جب دلائل بھی گزریں ہیں تو عوام کو رطب کو نہ کہ خاطر حقارت  
 آئمہ ذوالا احترام کے اقوال خود مساختہ پیش کئے جاتے ہیں۔ اور جب ان کا بھی تدار  
 بعد بکھرتا ہوا نظر آتا ہے تو ہر بوم مورخوں سے استعانت کی جاتی ہے۔ محدثین  
 و مجتہدین کے اقوال و فتاویٰ کے لایینی و مضحکہ خیز تناویطیں کی جاتی ہیں۔ کوئی  
 نکاح کا باطل نہیں مگر کہتا ہے۔ کوئی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر نیک انکار کرتا  
 ہے۔ کوئی نکاح کا معتبر نہیں کہتا ہے۔ لیکن بعد از نکاح ہمیشہ کی تردید کرتا ہوا بال کی  
 کھال کھینچتا ہے۔ کوئی ایک بنیہ کو جو شغل جمل حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عمر  
 کے چہاں نکاح میں دیتا ہے۔ غرض ہر دافعی اپنی انگہ بانسری بھارا ہے۔ ہر فرد کا  
 بُدا اتنا ہے۔ ہر متفلس کا نیا فسانہ ہے۔ لیکن صد حیف کہ حرفہ آور و پورا ہوتا  
 نظر نہیں آتا۔ اسی سبب اشکوہ میں سبکداری و داغ شب و روز محو عقل ہے۔ ہزاروں  
 افسانے ایجاد کئے گئے۔ لاکھوں معنیات قرطاس سیاہ ہوئے۔ لیکن انجام سوائے کہ  
 کہن کاہ پر آوردن کے اور کچھ نہ ہوا۔ اور کوئی حید و غدر اس معاملہ میں راست نہ  
 ٹھہرا۔ اور حق بھی ہے کہ بقول سید المتکلمین نواب حسن الدردہ عن الملک مولوی سید  
 محمد ہادی علیخان صاحب بہادر وزیر نواز جنگ دہلی نے کان تحقیق کے بعد شہیدیت  
 سے قربہ کی اور صحابہ کرام علیہم السلام کے شان خواہوں میں داخل ہو کر دفع کے درجے  
 ایامات ہدایت تالیف فرمائی۔ جس کا کوئی معقول جواب شیخ نہیں دیکھ سکتا  
 کسی معاملے میں ایسے حق اور زور نہیں ہوئے۔ جیسے کہ اس معاملے میں ہوئے ہیں۔ ایک  
 اس انکار کو نہ ہونے کیلئے انہیں سو جھوٹ اور اختراع کر کے پیش کرنا نتیجہ سوائے  
 اس کے اور کچھ نہ ہوا۔ کہ ان ناوان و وسرست نماؤں میں بھی ہمدردی  
 خاندان رسالت کی عزت و حرمت کیلئے وبال ہو گئی اور منزل  
 نبوی میں کوئی فرد و احد ان کے سفیانہ بہتان و افتراء سے نہ بچا سکا۔ اور قزاقان  
 رسول صلعم کو بکمال مجبور ہی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ

من اذینک ان ہرگز نہ تالم کو با من ہرچہ کہ آں آشتا کرد  
 اندر ہی حالات ایک جماعت دوافض نے تو عرف انکار پر ہی انحصار نہیں کیا  
 بلکہ اس اہم مسئلہ میں اپنی کتب معتبرہ اور مجتہدین و اکابر برگزیدہ کی عزت و احترام

کو بھی گھڑستہ طاق لیاں بنا رکھا ہے۔ چنانچہ اسی قبیل سے حکیم مولوی سید علی الطہر مصنف  
 کسر کلثوم فی حل عقد ام کلثوم ہیں۔ جنہوں نے اس مسئلہ میں عجیب عجیب حجتیں لیا  
 کی ہیں۔ اور بڑے علم خود و یا کو کوڑہ میں بند کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے  
 انکار و سبکداری کے دیا ہے شور و گویا کاذب و مقالات باطلہ کی مٹھی بھر کر سے  
 شیریں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اُن احادیث و روایات کا جو بارہ عقد  
 ام کلثوم بنت فاطمہ الزہرا اُن کی کتب معتبرہ و مستند میں موجود ہیں۔ اور جن کے  
 اکابر و دافض نہایت شد و مد سے مقرر ہیں اپنی کتاب میں ذکر تک نہیں کیا بلکہ  
 برعکس ان تمام حجتوں کو اہست و الجھٹ کی چند اضعاف روایات کو فیکر اور  
 ان کی غلط اسطو تاویل و تحریف کر کے عقلی ڈھکوسلوں سے صحیح واقعات کی پردہ  
 پوشی کا ناخوشگوار فرض ادا اور چند صفحات کے معنوں کا بار بار اعادہ کر کے کتاب  
 کو ڈھائی سو صفحوں پر ختم کیا ہے۔ اور بہت سی غیر متعلقہ باتیں درج کر کے اپنے  
 ناظر اعمال کی طرح ادراک سیاہ کئے ہیں۔ جن سے نہ تو اس مسئلہ پر کچھ روشنی پڑتی  
 ہے۔ اور نہ ہی طبعان حق کسی تصفیہ نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔

مولوی سید علی الطہر کسر کلثوم کے صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں بہر کیف بلا لحاظ  
 دیگر اول قویہ سے جو مابعد مذکور ہو گئے۔ خدا علیہ السلام اور اکابر اہل حق کا  
 انکار کرنا اس واقعہ سے اور اس کو دروغ جاننا بنفسہ و دلیل بطلان واضح مذکورہ  
 ہے۔ چہ جائیکہ اور دلیلیں بھی ہوں کیونکہ مشیدہ منکر ہیں۔ اور انکار کے لئے حاجت  
 دلیل نہیں۔ اور اہل سنت مدعی و اہلیہ علی المدعی ہیں بار شہوت ان پر ہے اور شہد  
 مانع ہیں۔ مانع کے بارے میں خود اہل سنت کا قول ہے۔ مانع کو ضرورت دلیل  
 نہیں۔ ہم اس قول کو بخوشی تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بار اپنے ذمے لیتے ہیں اور اسی  
 لئے ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس تصفیہ نامرضیہ کے تصفیہ کے لئے دوافض کے سامنے  
 خود اُن کے اُن کی تحویری دستاویزات بطور شہادت پیش کریں تاکہ وہ انہیں سبکد  
 شریعت اور غیرت و حیا کو کام میں لاکر جتو بھریانی میں ڈوب مریں۔ اور پھر جب آیت انکار  
 مذکور ہے۔ کیونکہ اس سے بڑا حکم اور کوئے اولہ قویہ ہو گئے۔ جن کا حتم کوئی اعتراف ہو۔  
 اور یہی طریقہ ہے کہ ہم دروغ و ناخوش باید رسانید کے فرض گراں سے بوجہ جس سبکدوشی



حاصل کر سکتے ہیں۔ رد افض کو اختیار ہو گا کہ وہ اپنے اسلاف و اکا بر سے جو اس کتاب کے مصنف ہیں۔ جو سلوک چاہیں کریں یا ان محدثین و مورخین کو مقتول اپنے مذہب سے خداوند کریم کے انہیں بھی گنبد "نعم" میں داخل کریں۔ کیونکہ ان کا خدا ہی مقرر آن اور امام کو مدت سے ہم ہیں۔ اب اگر اس دفتر احادیث و روایات کو تم کو کہ مذہب کو بھی نابود کر دیں۔ تو یقیناً امت محمدیہ پر ایک احسان ظہیر کرینگے۔ ان کے لئے اللہ دنیا و آخرت میں اجر و ثواب کا وعدہ فرما کر وہ اس اضطراب اور بدحواسی کے غم میں اپنے آخری سرچوم امین میر شاہ گوین ہیں۔ امید منتظر رہیں کہ امام آخر الزمان غار مرقن راک سے ظہور فرما کر ان سب کو آشکارا کریں۔ اور تا آنحانت الہی حق کے مقابلہ و مقابلت کی ہرگز ہمت نہ کریں۔ کیونکہ آل کا ر بجز خداست و پشانی کے جو آج تک ان کے شامل حال رہی ہے اور کچھ نہ ہو گا۔

ماونہ ماؤ جان چہاں اختیار ہم نیک و بد حضور کو کھیلنے چاہتے ہیں  
اب ہم ان اقوال مختلفہ و مخالفات مستندہ کی جانب رجوع کرتے ہیں جو کتب معتبرہ رد افض میں اس مبارک ازودائع کی نسبت منقول ہیں۔ اور رد افض کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان کا بنظر فائز ملاحظہ کریں۔ اور پھر خدا اپنے متاخرین و موجودہ مجتہدین کی حسرت آفرین توجیہات باطلہ کو عدل کے ترازو میں دیکھ دیکھیں کہ پتلا کدھر چپک رہا ہے۔

## ثبوت نکل از کتب رد افض

رد افض کے رئیس المحققین شیخ الامام الحافظ ثقف الاسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب فروع کافی جو رد افض کے نزدیک راجع ترین مجموعہ احادیث اور امام آخر الزمان کی مصدقہ کتاب ہے۔ اور جس پر امام موصوف نے صفحہ کافی تشدید حتماً دیہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ کہ ہر قیمت کر کے اسے نہایت ہی مؤثر و متنازع بنا دیا ہے۔ اس کی جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ ترکشور پر پری کھنڈ میں ایک غامض اب فی ترویج ام کلثوم نامہ ص ۱۲ اور متعدد احادیث جو کسی تاویل یا توجیہ کی شرمندہ نہیں بلکہ وہ وہ کا دودھ اور

پانی کا پانی کر دیا ہے۔ اور گنجائش تک نہیں چھوڑی کہ ایسی حریص احادیث پر کوئی اعتراض وارد ہو سکے۔ لیکن انہوں نے۔ کہ موجودہ زمانے کے عالم نما جاہلون نے اس واقعہ سے انکار کرنے کی خاطر عجیب عجیب تلبازیاں لگائی ہیں۔ اور ان دو طرست و گون کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ان کے متنازع دین و ایمان پر ڈاک ڈالا ہے۔ اور ابھی گمراہی اور ضلالت کا چارہ عرب اس لئے کیا ہے۔ کہ ان کے مذہب کا شکوک و شبہات بلال ٹوٹنے نہ سکے اور یہاں بدیقیناً ان کے لئے خدا کے ان سرچو رہے۔ چنانچہ ہم ان احادیث کو سرتر ترجمہ و تفسیر میں کرتے ہیں۔

## حدیث اول امام غائب کی مصدقہ کتاب ہے

(۱) باب فی ترویج ام کلثوم۔ علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابی عمیر عن بشیر بن مسلم و حسان بن نضر عن ابی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی ترویج ام کلثوم فقال ان ذلک قد خرج غصبنا (باب ترویج ام کلثوم کے۔ حدیث بیان کی مجھے کہ علی بن ابراہیم نے اس نے بیان کی اپنے باپ سے اس نے بیان کی ابن ابی عمیر سے اس نے بیان کی ہشام بن سالم و حماد سے ان دونوں نے بیان کی زرارہ سے اس نے بیان کی ابی عبد اللہ علیہ السلام سے بیچ نکل ام کلثوم کے پس کہ انہوں نے تحقیق وہ ایک فروع ہے جو چھپتی گئی تھی۔ حضرات رد افض اس حدیث پر انکار نظر کریں اور دیکھیں کہ مکرین کے سینہ پر کینہ پر یہ حدیث کس طرح نشتر بن کر مصروف ہجراحت ہے۔ امام صادق نے اس نکل کا اقرار کیا ہے۔ خواہ وہ بوجہ واکراہ و توجہ پذیر ہو خواہ بطیب خاطر۔ طائیفی نے قید و صحت اسناد اس کو بیان کیا ہے اور اس کے وقوع کا مقرر ہے۔ لیکن باوجود اس روشن دلیل کے متاخرین رد افض کا اس سے انکار کرنا اور اپنی کج خیالی سے اس کا تذبذب کی سی بیدہ آفتاب کو کھٹ و مست سے پوشیدہ کرنا ہے۔

خیال زلف دو تائیں نصیر چٹا کر گیا ہے سانپ نکل اب کلید چٹا کر  
بعض تعصب رد افض نے لکھا ہے کہ یہ نکل ان کے اکابر نے فراموش کر دیا ہے  
لیکن کیا کوئی شخص ایک لکھنے بھی اس حماقت کا قائل ہو گا کہ یہ حدیث بدو فرقت



کے بیان کی گئی جو یا احتمال کا کوئی پتہ اس میں موجود ہو۔ اگر تمام احادیث کا اسی زاویہ  
 سے مطالعہ کیا جائے تو پھر خدا معلوم تاریخ و سیر میں کوفہ واقعہ قابل تسک  
 باقی رہ جائیگا۔ لیکن یہاں تو گمراہی چست والا معاملہ ہے۔ ردافض کیا کریں اور  
 کسی طرح اپنے مذہب کے تاروپو کو بچھرنے سے بچائیں نہ جائے رفق نہ پاسے  
 مانعن والا معاملہ ہو رہا ہے۔ امام کی تکذیب ہوتی ہو تو جو۔ انکار پر غلط بیانی کا  
 الزام آنے تو ان کی بلا سے لیکن یہ اپنے غضب سے باز نہ آئینگے۔ اور برابر مٹی  
 کی ایک ٹانگہ مٹاتے جائینگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

### حدیث دوم امام آخر الزمان کی تصدیق کردہ کافی سے

دوسری حدیث جو اسی باب میں ماکلینی نے قلمبند کی ہے۔ وہ حدیث مشکوٰۃ  
 سے بھی زیادہ متن اور واضح ہے۔ اور فضیلت کے ڈھکوسلے کا بھی قطع و قطع کر دیا  
 و جو ہذا صحیح بن ابی عمیر عن ہشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
 قال لما خطب الیہ قال لا امیر المؤمنین انما صبیۃ قال فقلی العباس  
 فقال لا عالی ابی ہاشم فقال وما ذاک قال خطبت الی ابن اخیات  
 فمردی اما والیہ لا عودت نہ ہر فلا ادع کلمہ مکرمۃ الاہل متھا  
 ولا قیمن علیہ شاہدین باندہ سؤی ولا قطعن عینہ فانا الی العباس  
 فاجہرہ وسماد ان یجعل الیہ فجلد الیہ۔ حدیث بیان کی محمد بن ابی عمیر  
 نے ہشام بن سالم سے اور اس نے عبد اللہ علیہ السلام سے کہ جس وقت خطبہ کیا و حضرت عمرؓ  
 نے اس حدیث کو روایت سے کہا اس کے لئے امیر المؤمنین نے کہ تحقیق وہ صغیر سن ہے۔ کہا  
 یہ ملاقات کی و حضرت عمرؓ نے اس (عباس) سے کیا ساتھ میرے کوئی ڈبہ ہے۔ پس کہا و حضرت  
 عباسؓ نے کہا یا ابی ہاشم کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ کیا میں نے تیرے بھتیجے (علی) سے کہا  
 نہ کرو یا اس نے مجھ کو۔ تم اللہ کی البتہ ضرور روٹاؤ لگاؤ و نرم کو اور نہیں چھوڑو لگاؤ تمہارے  
 لئے کہ حق عزت اور قائم کرو لگے۔ اس امر پر دو گواہ اس طریقہ سے کہ یہ جو یہ کیا گیا ہے اور  
 کھانڈا یا پاں لاقہ چڑھا پس آئے حضرت عباسؓ اس کے و حضرت علیؓ نے اس اور نہیں  
 مطلع کیا۔ اور سوال کیا و حضرت عباسؓ نے اس حدیث کو روایت سے کہ کورسے اس امر کو

طرف اس حدیث عباسؓ کے۔ پس کہ آیا حضرت علیؓ نے اس امر کو طرف اس حدیث  
 عباسؓ کی؟

اس حدیث میں علویوں غضب کی تشبیہ کر دی گئی ہے۔ اور تمام واقعات مشافہت  
 ام کلثوم بیان کر دیے ہیں۔ حضرات ردافض کے کاسہ و ماراں ہیں چونکہ یہ طغوس و دیگی ہیں  
 کہ صاف اور تمام اصحاب اہل علم کا صوبہ تھے۔ جیسا کہ انہوں نے غفلت۔ مذکورکے پاس و  
 جن فاطمہ و خیرہ کے ساتھ میں کیا۔ اسلئے جو چیز بھی بہ عنایت پروردگار ان کو انعام ہوئی  
 یہ فرقہ بحدائق ساون کے اندر سے کوہرا ہی سو جھٹتا ہے۔ غضب کے تحت  
 پریشانی رکھنے کا عادی ہو گیا ہے۔ خواہ اس میں حضرت علیؓ اور اہلبیت کی تندیوں جو  
 یا آنکہ کرام پر الزام آئے پر پادہنی و حق کے ایسے کہتے ہیں کہ انہیں کچھ پروا نہیں۔ اور  
 مجبوراً نہ طور پر وہی حرف رشتے چلے آتے ہیں جس نے انہیں عوام مستقیم سے پہنکا کر  
 ادبی طعنت و گمراہی کے تحریر عمیق میں ڈال رکھا ہے۔ اس حدیث میں نکاح کی  
 فہم واری تمام تر حضرت عباسؓ پر حاکیہ چوتی ہے۔ اور ختمنا استسباب کیا گیا ہے  
 کہ حضرت علیؓ نے اس نکاح سے خوش نہ تھے۔ حضرت عباسؓ نے نہایت جبر و سختی سے  
 کام لیکر خلاف مرضی امیر المؤمنین پر نکاح کر دیا۔ حضرت علیؓ نے جس وقت یہ محفل  
 کا خطبہ کیا گیا تو صغیر سن کا مقرر پیش کر کے خلیفہ ثانی کی درخواست کو مسترد کر دیا۔  
 اور بعد اس کے اس معاملے میں کوئی حسمہ نہیں لیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت امیر  
 کے انکار کو اپنی شان کے منافی خیال کرتے ہوئے حضرت عباسؓ کو تہدید فرمائی۔ اور تمام  
 بنو ہاشم کو ڈانٹ بتائی جس سے حضرت عباسؓ نے نہایت ہی خوفزدہ ہو گئے۔ اور اپنی ان  
 تمام غامدان رسالت کی ممانعتی اسی میں سمجھی کہ حضرت علیؓ سے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لیکر  
 اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دیں۔ مگر المراد۔ وہ الزامات جو اس حدیث میں بالواسطہ یا  
 بلاواسطہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی ذات پر عائد کئے گئے ہیں۔ ان کا ذکر تو ہم آئندہ  
 اوراق میں کریں گے۔ یہاں صرف یہی دکھانا مقصود ہے کہ یہ نکاح ہو کر اور ضرور ہوا۔  
 کیونکہ دشمن بھی اس کا معترف ہے۔

### حدیث سوم جس میں زوج ام کلثوم کی امانت دیانت کی بھی تعریف



۱ باب مذکورہ الفدر کے ضمن میں عائلی نے ایک اور باب اس بقعہ کے متعلق تھوین  
 کیا ہے۔ اور ایک اور حدیث اسی مطلب کی بیان فرمائی ہے جس سے نکاح بھی ہو جائے  
 ثابت ہوگا ہے۔ اور ان الزامات شیعہ کی بھی جو حضرات عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر  
 حدیث بخور بالا میں عائلی کے لئے ہیں۔ ایک حدیث تھوین جو جاتی ہے۔ جزاک اللہ چنانچہ  
 وہ حدیث یہ ہے۔ باب آخر منہ حدیث من اصحابنا عن یحییٰ بن زید عن الحسن  
 بن بشار انما سئل قال کتبت الابی جعفر اسألک عن النکاح حکمت الی  
 من خطب الیک فرفضتم وینزلوا ما شئتم فزوجوا الا تغفلوا فکر مقتدر  
 فی الامس وفساد کبیر۔ حدیث بیان کی ہمارے اصحاب میں سے متعدد تھوین  
 نے سہیل بن زیاد سے اس نے حسین بن بشار الواسطی سے کہہ کیا میں نے خطا دھین میں  
 بشار سے طرف ابو جعفر کے سوال کرتے ہوئے نکاح کے بارے میں نہیں کہا اس نے  
 مجھے کہ جس شخص نے خطب کیا طرف ہمارے اور پسند کیا تم نے اس کا دین اور اس کی امانت  
 پس نکاح کرو اس کے ساتھ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں ایک فتنہ و فساد عظیم پھیل جائیگا  
 اس حدیث میں نہ تو حضرت عمر بن الخطاب کے نام گرائی کا کہیں تذکرہ ہے۔ اور نہ ہی حضرت  
 ام کلثوم کے نام مبارک کا۔ جس سے ہم بہر ضرورت کہہ دیتے کہ بیان بھی نکاح کا اقرار کلمہ کلمہ  
 ہو رہے کیا گیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ حدیث امر تنزیہ کے متعلق نہیں ہے تو  
 اس کا باب نزوح ام کلثوم نہیں کیوں ڈال دیا گیا ہے۔ روایت کے اصول کے مطابق یہ  
 حدیث غیر متعلق بھی قرار نہیں دی جاسکتی ہے۔ اور نہ ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اتنی بڑی  
 محترم کتاب میں اس حدیث کو سوائے اس باب کے اور کہیں جگہ نہیں لی سکی لیکن قصور سے  
 سے غور سے یہ تمام اشکال حل ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث میں اسلام کے نزدیک اصول  
 مساوات کی توضیح کی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اسلام میں ذات پات کا سوال ایک  
 بے معنی شے ہے۔ اگر کوئی مسلمان میں پسندیدہ رکھتا ہو اور زور امانت سے  
 آراستہ ہو اور ناطے رشتے کی کسم پوسی مسلمان کے ہاں۔ جو دنیاوی عداوت  
 میں اس سے بڑھا ہوا ہو اور بحیثیت ذات کے بھی ممتاز ہو آرزو کرے تو اسے رو  
 نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک یہی دو اوصاف پسندیدہ ہیں۔ اگر آپ نے کیا  
 تھی تو فرقہ بندی ہو جائیگی۔ اور مسلمان باوجود ہم مذہب جو نیکی متفرق ہو جائیں گے۔

وہ اخوت جو اسلام کا ایک اساسی اصول ہے دونوں سے محو ہو جائیگا۔ ان کی قوت ضعیف  
 ہو جائیگی۔ اور وہ منسوب ہو جائیں گے۔ چنانچہ دلیل کے طور پر نکاح ام کلثوم کو پیش  
 کیا ہے۔ کہ ایک غیر باطنی مرد سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک باطنی عورت کا نکاح  
 کر کے اس قدر ان اصول اصولی جاری پہنایا اور دوسروں کے لئے شاہراہ ہدایت قرار  
 دیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس حدیث  
 کے بعد صاحب نے دو اور احادیث جو مطلب و معانی میں بعینہ اس حدیث کی  
 موافق و توبہ ہیں۔ بیان کر کے اس باب کو ختم کیا ہے۔ مؤخر الذکر احادیث مختلف  
 طرق سے مروی ہیں۔ اور وہی زبان سے نہایت و ترقی کے ساتھ نکاح ام کلثوم کا  
 اقرار کر رہی ہیں۔ لیکن بخوت طوالت کلام ہم ان احادیث کو یہاں نہ مندرج کرنے سے  
 اجتناب کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے مقصد کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔

### حدیث چہارم متعلق خانہ آباوی حضرت عمر رضی اللہ عنہم کلثوم

کتاب فروع کافی جلد ۲ باب المتوفی عنہا زوجہا المدخول  
 بھا این تخت و ما یحب علیہا صفحہ ۳۱ مطبوعہ نو کشور پریس میں ایک  
 اور حدیث جو اس نکاح کا علی بن موسیٰ الاشجاد اعلان کر رہی ہے۔ امام محمد بن یحییٰ  
 کلینی نے سند روای کی ہے۔ اور اس بحث کو ختم کر دیا ہے۔ ڈھٹائی سے اگر کوئی برکت  
 نثار غائی کرتا رہے تو یہ اور بات ہے۔ ردافض کو چاہئے۔ کہ وہ اس حدیث کا بذر  
 معائنہ کریں۔ اور پھر انصاف سے کہیں کہ ان کے آئمہ و اکابر اس نکاح کے مقررین یا  
 سے ادا سے دیکھ لو جانتے ہیں گلہ دل کا بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ کا

چنانچہ حدیث بخور بالا یہ ہے حمید بن زیاد عن ابن مسعود عن محمد بن  
 زید عن عبد اللہ بن سنان و معاویہ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام  
 قال سالت عن المراءۃ المتوفی عنہا زوجہا تخت فی بیتہا او حیث شئت  
 قال بل حیث شئت علیا صلوات الیہ علیہا لتوفی عمرائی ام کلثوم خالطت بھا الی شیعہ  
 حدیث بیان کی حمید بن زیاد نے ابن مسعود سے اس شخص حمید بن زیاد سے اس نے عبد اللہ  
 بن سنان سے اور معاویہ بن عمار سے اور ان دونوں نے ابی عبد اللہ علیہ السلام سے



کہا میں نے سوائے اس عورت کے بارے میں کہہ کر گیا ہوں گا خداوند کیا وہ عورت دن گزارے اپنے گھر میں یا جہاں چاہے۔ کہا ابو عبد اللہ علیہ السلام نے بلکہ جہاں چاہے تحقیق حضرت علی علیہ السلام جب انتقال کیا حضرت عمرؓ نے لٹا کر اسے ام کلثومؓ کے پاس اور بیٹے اسے اس کو اپنے گھر۔ یہ حدیث بلا شک و شبہ واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ حضرت ام کلثومؓ جو نبوت مرتفعہ اصدادہ کی رضی دینت بکچھ جرم سرائے سالار عدل حضرت عمرؓ کے بغیر نہ تھیں۔ اصدادہ نے انہوں میں انہوں میں اپنے آپ کو جو وہ مجتہدوں سے مستثنیٰ کر کے حضرات یذکیہ دعا ہے۔ کہاں آپ کا انکار اور کہاں یہ شہادت اقوال اور وہ بھی ایک ایسے مستند شخص کے زبانی جس کا کذب خود ان کے مذہب کی تکذیب ہے۔ بے غاۃ لاف پاؤں اس نے کیا حاصل۔ اگر دعویٰ صداقت و حقیقت ہے تو مرد میدان بکریاں آئیے۔ اپنی احادیث کی تکذیب کیجئے۔ واکبر پر تو جہنم ابیست و قتلہ در اسلام کا جرم لگا کر اپنے مذہب کو شہادت کیجئے۔ یہ کہاں سے انصاف ہے۔ کہ جو عواہی اور افسانے کے عالم میں کافی کام نہ چکا کر پھر روضہ کے پل پر جاویں اور گرد و پیش تک نہ لے۔ اس حدیث میں ایک اور نکتہ غریب بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ مسلمان عورتوں کے بارے میں امام صاحب نے ارشاد فرمایا ہے جو بدعولہ ہوں۔ جو لوگ نکاح کے تو مفری ہیں لیکن بعد از نکاح قربت و پیوستگی کا انکار کرتے ہیں وہ بھی توجہ کریں اور فریضہ و غضب میں اپنا منہ نہ لٹائیں۔

### حدیث پنجم متعلق بحدیث ام کلثوم رضی

محمد بن یحییٰ و خلیفہ عن احمد بن محمد بن عیسیٰ عن الحنفی بن سعید عن النضر بن سوید عن ہشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن اذیۃ توفی عنہا من وجعہا ان تعتد فی بیتہا او حیث شئت قال لا حیث شئت ثم قال ان حلیہا سلوات البید لما مات عمرانی ام کلثوم فاخذت بیدہا خالطی بہا الی بیتہ۔ حدیث بیان کی محمد بن یحییٰ وغیرہ نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اس نے حسین بن سعید سے اس نے نضر بن سوید سے اس نے ہشام بن سالم سے اس نے سلیمان بن خالد سے کہا کہ میں نے سوال کیا ابا عبد اللہ علیہ السلام

سے اس عورت کے بارے میں کہہ کر گیا ہوں گا خداوند کیا وہ اپنے گھر میں عورت گزارے یا جہاں چاہے۔ کہا ابو عبد اللہ نے بلکہ جہاں چاہے۔ پھر کہا کہ تحقیق حضرت علی علیہ السلام جب انتقال کیا حضرت عمرؓ نے لٹا کر اسے ام کلثومؓ کے پاس اور بیٹے اسے اس کو اپنے گھر۔ یہ حدیث مطلب و حق کے لحاظ سے حدیث چہارم کی تائید ہے عرف طرق آسان ہے کہ یہ دوسرے طریق سے مروی ہے جو اس کی صداقت کا کفیل ہے۔ فردغ کافی سے اتنی مشتبہ اور کثیر منہات پریش کر دے کہ بعد اب ہم ضرورت میں سمجھتے کہ اسی کتاب سے اس مضمون پر شہادت قلمبند کریں۔

### حدیث ششم اثبات نکاح از کتاب صافی

روافض کی دوسری نایہ از کتاب صافی شرح مہول الکافی ہے جس کے مصنف سرآمد محدثین ملا خلیل بن الفارسی قزوینی ہیں۔ شیخ ابو جعفر طوسی نے جن کا ذکر ہمیں کیا جائیگا۔ اپنی ایک کتاب میں جو احادیث غیبت صاحب الزمان پر مشتمل ہے۔ دو احادیث نبوی بیان فرمائی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا خلیل قزوینی کی نسبت روافض کا کیا عقیدہ ہے۔ چنانچہ دیکھا جو کتاب میں لکھا ہے کہ مروی عن النبی صلیم ان قال یخرج بقرون رجل احدہم بنی تسویح الناس الی طاعة المشورث والمومن یملک الجبال خوفاً یخشیہ بنی سبیر علی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا آپ نے کہ قزوین میں ایک شخص ملا ہر جگہ جو ایکسیر پیغمبر کا ہمنام ہوگا۔ اور لوگ اس کی ولایت کی طرف سروت کر گئے۔ خواہ مشرک ہوں یا سوسن اور وہ مرد بھر دیگا پہاڑوں کو خوف سے۔ یعنی اہانت و شوکت کے کمال پر پہنچ جائیگا۔ دوسری حدیث بھی اسی مطلب کے مطابق ہے۔ اور ملا ہر کرتی ہے کہ روافض ملا خلیل کی صداقت و دیانت پر حرف زنی کرنا سزاوارتہ حدیث پیغمبر کی تکذیب کرنا ہے۔ روافض کہتے ہیں اگرچہ باحث صریح و انصاف ہوگا کہ ملا خلیل نے بھی اپنی کتاب میں اس نکاح کا احاطہ لفظوں میں اقرار کر کے روافض پر ابہر لشت کے تیر بربائے ہیں۔ جو ان کے سوا ہر دور ہے۔ چنانچہ کتاب صافی شیخ

ملہ وہ پیغمبر حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں جبکہ ہمنام ملا خلیل قزوینی مصنف کتاب صافی ہے۔



اصول کافی مطبوعہ نو کشور پریس کتاب المحدثہ جزو سوم شصت و یکم صفحہ ۱۵۲ پر حضرت علیؑ کے لئے آسمانی وصیت نامہ مندرج ہے۔ جس سے نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی کافی ثبوت پڑتی ہے۔ اور جیسے ہم دائرۃ الاصطلاح کے رسالہ الموسوم برفع الحین رافضی فی احراق بابا خاتم سے حفظ نقل کرتے ہیں۔ وہ ہوا ہے

على تقي بما فيها من موالات من وإلى الله ورسوله والبراء والعدول  
 لمن عادى الله ورسوله والبراءة منهم على الصبر وذاك على العظيم الخفا  
 وعلى وهاب حقائق وغضب خمسات وانتماءك حرمات قال  
 نعم يا رسول الله تع



یہ کتاب حق نہیں جسے تفسیر کے غلط نام سے موسوم کرتے ہو باعث برکت و موجب ثواب ہے۔ لیکن بدیہات کو کہا ننگ چھپا کر ذلیل و خوار ہونگے۔

## اثبات نکاح از کتاب استنبصار

روافض کے محدث اعظم علامہ ابو جعفر طوسی جو جناب شیخ مفید کے لائق شاگرد و شاگرد سے ہیں۔ اور من حدیث میں دو کتابیں تصنیف کی کہ اپنے ہم نامہ جوں سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ اپنی شہرہ آفاق کتاب الکاملہ صغیر فی اختلاف من الکاتباء جلد ثانی و کتاب طہورہ مطبوعہ جعفریہ کلنو میں اس نکاح کے اثبات میں دو حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ جو روافض کے سینے پر مونگ دل رہی ہیں۔ محدث صاحب نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں صداقت حدیث کیلئے ایک معیار بھی قائم کیا ہے جس کا ذکر یہاں دیکھی سے غالی نہ ہو گا۔ وہ کہتے ہیں کہ قاضی و میث اگر ایک ہی شخص پر ہیں اور ان میں کوئی تخالف و تضاد نہ ہو بلکہ ایک دوسرے کی تائید کرتی ہوں تو وہ ہر دو احادیث قابل قبول اور واجب العمل تھیں۔ چنانچہ نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ نے ایسی ہی دو احادیث نقل کی ہیں۔ جو ناظرین کرام کی ضیافت طلب کے لئے درج ذیل ہیں۔ محمد بن یعقوب عن حمید بن زیاد عن ابن سماعہ عن محمد بن زیاد عن عبد اللہ بن حننات و معویہ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سالت عن المرأة المتوفی عنہا زوجہا اتعند فی بیتہا و حیث شئت قلل بن حیث شئت ان علیا علیہ السلام ملکا توفی عمرائی ام کلثوم فانطلق بها الی بیتہ حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن یعقوب نے اس نے حمید بن زیاد سے اس نے ابن سماعہ سے اس نے محمد بن زیاد سے اس نے عبد اللہ بن سنان سے اور معویہ بن عمار سے ان دونوں نے ابی عبد اللہ علیہ السلام سے کہ پوچھا میں نے اس عورت کے بارے میں کہ جس کا خاوند مر گیا ہو کیا وہ عدت گزارے اپنے گھر میں یا جہاں چاہے کہا ابو عبد اللہ علیہ السلام نے بلکہ جہاں چاہے تحقیق علی علیہ السلام جب فوت ہوئے حضرت عمرؓ آئے طرف ام کلثوم کے اور لیکے اسکو اپنے گھر۔

ابن سنان کہ مراد شکیق بن عبد نیست بلکہ مراد غصب و فخر میں است کہ بڑے خواہند گرفت اشارت است بغصب عمر ام کلثوم فاطمہؓ را تا آنکہ افتادیم بکشتن خود گفتیم آری قبول کردیم و را علی شدم ہر چند کہ در یہ شو و پردہ و معل شود و عین خدا و رسول و پادشاه پادہ کردہ شود احکام قرآن و خراب کردہ شود کہ وہ شود علی بن ابی طالب سرزن بکون خالفن بر عایدیکہ مبر کنندہ ہاشم صاحب امر البقیۃ است اندازندہ ہاشم و فقیہ و در شوم بر تہ تا در دنگ با و ر و زقیۃ است۔ یعنی جناب امیرؓ نے کہا کہ تحقیق میں نے جبرائیلؑ کو رسول کریمؐ سے یہ کہتے سنا کہ تم محمدؐ پیغمبرؐ اس کو اپنے علیؑ کی گواہی پر وہ درستی ہوگی اور وہ اس کے زخم سر سے زیادہ شدید ہوگی جب میں نے جبرائیلؑ سے سنا اور اس پر غور و فکر کیا تو میں بہت ہی مضطرب ہوا۔ اس جگہ پر وہ درستی سے مرو میری بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے زہری پھینے جانے سے ہے۔ یہ بات نک کہ میں نے سنی کہ اگر چہ اور کہا کہ میں نے قبول کیا اور میری را علیؑ ہوا۔ خواہ میری پردہ درستی ہو یا سنت خدا و رسولؐ معل ہو یا قرآن کریمؐ کو نہ ہو یا خانہ کعبہؓ نہ ہدم ہو یا سر کے زخم سے میرا چہرہ رنگین ہو تا دم مرگ مبر کردنگا اور اس پر قائم رہونگا۔

حضرات روافض کیا ایسے حلیل القدر و مصنف کی کتاب پڑھ کر بھی کہو گے کہ نکاح ام کلثوم نہیں ہوگا اسکی مجہول الکلیفیت اور مفہم خیر تاویلین کر دے؟ ہم نے مانا کہ آپ کے مذہب

لے ابجد حضرت ابو بکرؓ والی فرضی ام کلثوم کی تائید کا بھی ہیئت کیلئے قلع ہو گیا ہے کیونکہ ناہل مصنف نے محاورہ پر غور کیا ہے کہ جو ام کلثوم حضرت عمرؓ کے جہ نکاح میں آئی تھیں وہ بنت ابی نفیل تھیں۔ یہ ہے۔ روافض کا اپنے خدا کی کے مالک امام کی نسبت بیان۔ بخدا جس قدر ان لوگوں نے حضرت علیؑ کی جنگ موت کی ہے کبھی کسی خارجی نے بھی نہ کی ہوگی جامع احادیث آنکہ کلینی سے اس حدیث نامے سے نہ صرف حیرانہ کو آڑے ہاتھوں لیا ہے بلکہ عدلے قدر کی بھی طاقت و جبریت کا خاکہ اڑایا ہے۔ واہ کیا ہی اچھی خدا کی ہے جسے وہی نبیؐ بنا کر خلقت کی ہدایت کیلئے بھیجا۔ اسی کو ہدایت ہو رہی ہے کہ خواہ کس قدر فسق و فجور اور ظلم و ستم پھیل جائے تم مٹس سے مس نہ ہونا۔ (العجب ثم العجب)



(۸۱) الحسن بن سعید بن سلیمان بن خالد قانت مبالغت ابی عبد اللہ  
 علیہ السلام عن الامراء القوی عنہما مرویاً عن ابی نعیم فی بیوتہم وجہا و  
 حیث شأت قال حیث شأت ثم قال ان علیاً علیہ السلام طامات  
 عمرانی ام کلثوم فاخذت بیدہا فانطلق بہما الی بیدتہ۔ یعنی حدیث بیان  
 کہ میں بن سعید سے اس نے مہاشم سے اس نے سلیمان بن خالد سے کہا کہ میں نے سوال کیا  
 ابی عبد اللہ علیہ السلام سے اس طورت کی نسبت کہ مر گیا ہوا میں کافی و نہ کہوں حدیث گذشتہ  
 وہ اپنے خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے کہا جہاں چاہے پھر کہا کہ تحقیق علی علیہ السلام  
 جب فوت ہوئے حضرت عمرؓ آئے طرف ام کلثوم کے پس پکڑ لیا  
 اس کا اٹھ اور لیئے اس کو گھر کی طرف۔  
 سند صحیح و اعلیٰ ہو سکتا ہے کہ ابو جعفر موسیٰ کجی کا کلام کے معنی ہیں۔ اگرچہ کجی  
 جلد عالم تھا جہاں یا ان کے چچو ایسے غیرے تھے غیرے اس کا انکار کریں تو اس سے  
 کیا ہوتا ہے ؟

### اثبات نکاح از کتاب تہذیب

تہذیب میں جو تہذیب اثنا عشری (دوافض) میں حدیث کی ایک نہایت معتبر کتاب  
 ہے۔ اور جس کے مصنف علامہ موسیٰ ہیں ایک حدیث بیان کی گئی ہے جو نکاح ام کلثوم  
 کے واقعہ کو پسند آئے کرام علی الاعلان ثابت کر رہا ہے۔ وہ یہ ہے۔

قال عن محمد بن احمد بن یحییٰ بن جعفر بن محمد القمی عن القدامہ جعفر عن  
 ابی عبد اللہ السلام قال مات ام کلثوم بنت علی علیہ السلام وابتہارنہا  
 عمر الخطاب فی ساعتہ و احدہ و لا یدری ایہما صالح قبل فلم  
 تدرت احقر ھما من الاخر و صلی علیہما جمیعاً یعنی ام کلثوم بنت  
 علی علیہ السلام اور اس کا بیٹا زید بن عمر الخطاب ایک ہی ساعت میں فوت ہوئے

الحمد للہ کہ ان اہلسنت والجماعت کی صحاح ستہ کے مقابلہ میں صحاح اردو مشہور کتب کا حدیث  
 ہے۔ چنانچہ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ کمالی۔ تہذیب۔ استیعبار۔ اور من لا یخضر الفقیر۔

اور یہ معلوم ہو سکے کہ پہلے کون مولیٰ اس آئندہ سرے کا وارث نہیں ہوا۔ اور سب نے  
 دونوں کی نماز جنازہ ادا کی۔

ایسے مستند اقوال کی نگریب کرنا سچائی کا منہ چڑا رہا ہے۔ اور یہ وافض جو اس کے  
 تسلیم کرنے میں پس و پیش کر رہے ہیں ان کا انکار کسی نیک نیتی اور  
 تلاش حق پر مبنی نہیں بلکہ محض تعصب اور بغض کی خاطر ہے۔ جو ان کی فطرت  
 ثانیہ بن چکا ہے۔ یہ طریق احقاق حق کا نہیں ہے۔

### سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے بھی نکاح کے مقرر ہیں

صاحب کنز مکتوم صحت پر یوں کہتے ہیں کہ یہی صورت یعنی در صورت عدم لقیہ  
 عقد تو کوئی بات ہی نہیں جیسا کہ فی الواقعہ بھی ہے۔ واقعہ چنانچہ خطبہ دوم میں کوئی امر  
 چنانچہ بیعت سے الگ ہوا یعنی اس قصہ کے بالخصوص منکر ہیں۔ چنانچہ شیخ مفید  
 علیہ الرحمۃ دستاویز سید مرتضیٰ علم الہدیٰ جن سے سیدۃ النساء نے اپنی اولاد کی تعلیم  
 کی فرمائش کی اور جناب امیر نے بدعت منفرہ انت شیخی و معتمدی منع فرمایا اور دیگر  
 حضرات باوصف قرب عہد آئمہ معصومین علیہم السلام اس واقع  
 سے بالکلید انکار کرتے ہیں۔ یہ ان متعصب شیعوں کا قول ہے۔ جو جو کچھ بھی  
 امر حق کی طرف مائل نہیں ہوتے اور اس قول لایسند و بیہودہ کو۔ جو صداقت و راستی  
 سے اتنا ہی دور ہے جتنا ایمان کفر سے یا نور ظلمت سے۔ بیان کر کے اپنا دامن بچانے  
 کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم رہے کہ وہ اس عذر و حیلہ سے نہ قواست  
 متعدد میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ ہی امر حق کو چھپا سکتے ہیں۔ بلکہ فرض جبریتاً  
 گیا جو جوں و دنیا کی کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شیخ مفید  
 کے شاگرد تھے۔ اور تمام علوم میں ان سے استفادہ کیا ہے بلکہ خود شیخ مفید کا  
 بیان ہے کہ ایک دفعہ عالم رویا میں وہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کی زیارت  
 سے مشرف ہوئے اور سیدہ معصومہ نے فرمایا کہ میرے ان دو بچوں کو تعلیم دو۔  
 بیدار ہوئے تو دیکھا کہ سیدہ ابوالاحمد و السید مرتضیٰ و سید رضی لیٹے دونوں بچوں کو  
 لے ہوئے آئے۔ اور کہا کہ ان کو تعلیم دیکھئے۔ یہ ناجرا مشاہدہ کر کے شیخ



مغیر دو برسے اور ان سے خواب کا قصہ بیان کیا۔ چنانچہ سید صاحب اپنی تالیف  
 شافی و تشریح الانبیاء والائمہ میں اس نکاح کا ثبوت و ثبوت سے اقرار کرتے ہیں  
 اور روافض بھی اس امر کے مقرر ہیں چنانچہ ترمذی اشعریہ میں ان کا قول یوں  
 مرقوم ہے کہ سید تعلق علم الہی و دینی بکتاب تشریح الانبیاء صریحاً قائم الکاح  
 فقد وکون فی کتاب الشافی الجواب عن هذا الباب مشروحاً و بیانا ان علیہ  
 السلام ما اجاب عمر الى الکاح ابتداءً ان بعد قوله و تعهد و ورجوعه  
 و عنانہ عد و کلہ لم یول ما شوقا شفق بعد من سؤل الحال و ظهور حالاً  
 ینزل یخفیہ۔ خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ اس نکاح کے متعلق ہم نے اپنی کتاب  
 شافی میں تفصیل جواب دیا ہے۔ اور وہی ہم نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت امیر نے  
 اپنی بیٹی کا نکاح عمر سے بہ طیب خاطر نہیں کیا بلکہ یہ عقد بعد اس کے ہوا ہے کہ  
 عمر نے بار بار حضرت امیر سے درخواست کی اور نوبت تکلیف و تہذیب و ممانعت  
 تک پہنچی۔

### مواعظ حسنیہ میں مولوی سید ولد ارعلی

نے جو روافض کے نزدیک ایک بلند پایہ مجتہد شافعی تھے، سید مرتضیٰ کے قول بحوالہ  
 کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور اس کی نسبت لکھا ہے کہ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ ترمذی و  
 ام کلثوم حضرت امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی۔ اور بہت سی احادیث انہوں نے  
 اس قول کے ثبوت میں بیان کی ہیں۔ اور جبکہ یہ اختیار حضرت امیر کے نکاح کا چرنا  
 ثابت نہیں ہوا۔ تو پھر عمل اشکال باقی نہ رہا۔ اس جہ سے بھی ہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ  
 نکاح عمر و زینب خواہ بہ جبر و اکراہ ہو خواہ بہ فرحت و انہماط لیکن اسٹا غروہ  
 کہ حضرت ام کلثوم رہا ضرور رونق افروز خانہ خلیفہ ثانی رہیں۔

### حضرت علیؑ کی کتاب بیع البلاء کی شہادت سے بھی نیک ثابت

عز الدین ابی حامد عبد الحمید بن ہبہ اللہ المدائنی الشہیر ابن ابی الحدید و جو حضرات  
 روافض میں آئے ہیں بلند پایہ عالم شمار کئے جاتے ہیں جیسا کہ قاضی نور اللہ شمسری یا

حامد مجلسی اپنی مشہور کتاب شرح بیع البلاء جز ثانی ص ۱۸۱ لکھتے ہیں و اگر کتاب  
 العربیۃ الکبریٰ۔ مصر۔ میں یوں رقمطراز ہیں:-

جامع عمر الى مجلس المهاجرین فی المرونة و کان یجلس فیہا المهاجرین  
 الاولون فقال روفی و روفی قالوا بما اذایا امیر المؤمنین قال تنرو جنت  
 ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ  
 یقول کل من سب و نسب و صحر یقطع یوم القیامت الا سبیبی و سبیب  
 و صهری۔ اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نکاح فردر چڑھا۔ روافض  
 کہہ سکتے ہیں لیکن حق کو کبھی تنگ چھپا سکتے۔ ہاں توجیہات باطل سے اپنے نامہ  
 اعمال کے اوراق سیاہ کرتے رہیں گے۔

### قاضی نور اللہ شمسری کو بھی اس نکاح کا اعتراف

قاضی نور اللہ شمسری جو روافض میں شہید ثالث یا شہید رابع کے لقب سے مقرب  
 کئے جاتے ہیں۔ مجالس المؤمنین میں اس نکاح کا اقرار متعدد جگہوں میں کر کے اپنے فروغ  
 کی امید و آرزو کا خون ان لفظوں میں کرتے ہیں۔ کہ اگر نبی و مختصر یہ عثمان و او  
 ولی و مختصر یہ عمر و فرست و بیٹے اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنی بیٹی حضرت عثمان  
 کے جوار نکاح میں دی تو وی بیٹے حضرت علیؑ نے بھی اپنی بیٹی حضرت عمرؓ کے دی بھی یا  
 بہ الفاظ دیگر اگر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا اپنی بیٹی حضرت عثمانؓ سے بیہ وینا باعث جنگ نبوی  
 و معاذ اللہ نہیں ہو سکتا تو حضرت علیؑ کا اپنی بیٹی کو حضرت عمرؓ کی زوجیت میں دینا  
 ان کے شان کے منافی نہیں ہو سکتا۔ لیکن روافض کے متاخرین نے اس فقرے کو  
 زعمی تسلیم کیا ہے۔ اور اس کی یوں تاویل کی ہے۔ کہ اگر حرف شراعت علی ہر کردار

مقرر ہے۔ حضرت عمرؓ کا ایک روزہ میں آئے جہاں کہیں اللہ عز و جل فرمائیے ہوئے تھے اور کہا  
 کہ مجھے مبارک دو مجھے مبارک دو۔ انہوں نے پوچھا یا امیر المؤمنین کس آپ نے فرمایا کہ میں ام کلثومؓ  
 بنت علیؑ سے نکاح کر لیا ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے سنا ہوا تھا کہ قیامت کے دن  
 تمام قوم کے تعلقات نسبی و دواوی منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے سبب نسب اور مہر کے۔



کہ تو حضرت رسول علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا ہاتھ اپنی بیٹی کے نکاح کیا اور نہ ہی دل سے غم سے  
اس کا قول پر ہم بحث کرنا فضول خیال کرتے ہیں کیونکہ

(۱۴) اس کتاب پر تاجی صاحب نے ابو الحسن علی بن ہشام شیبی اثنا عشری  
جس کی نسبت امام الکلیبی خلاصۃ الاقوال میں فرماتے ہیں کہ وہی پہلا شخص ہے جس  
نے موافق قاعدہ علماء کرام کے مذہب اہلبیت کے اثبات میں گفتگو کی ہے اس کے قول کو  
لعل کیا ہے وہ یہ ہے۔ اور درجہ دہم پر یہ ہے کہ ان کے تخلص کا حلیہ ثانی است جواب  
داد کو داد و خیر محمد کر جناب امیر المومنین رافضی اتفاق افتاد بایں جہت بود کہ اہل  
شہادتین سے محمود و باطل و اقرار بفضل حضرت امیر سے کہ وہ دو شخص بابا ہمارے غفلت  
خاکت افروز منظر بود۔ یعنی ان سے چند امور کی بابت پر چھوڑا کہ جن میں ایک یہ ہے  
کہ اسے حلیہ ثانی ہے۔ اس سے جواب دیا کہ حضرت امیر کو جو یہ اتفاق پیش آیا کہ  
اپنی بیٹی حضرت عمر سے بیاہ دیں اس سبب سے ہوا کہ اہل ہاشم شہادتین کرتا تھا اور  
فضیلت حضرت علی کا مقرر تھا اور نیز اس وجہ سے بھی کہ اسکی طبع و شہادت کو فکر کی اصلاح  
منظر فی (معاذ اللہ) اگر اس کتاب پر ایک ہی حدیث ہوتی تو شاید کئی ایک کو رہا ہوں پر  
اگر صرف فرضی والی انوکھی تاویل کا ہوا وہیں جاتا تو دوسری حدیث سے تو اس کے  
اسکان کا قلعہ ہی پاک کر دیا اور ایسے واضح طریقہ پر اقرار نکاس کو ثابت کیا کہ اس  
کے بعد شکرین نکاح اگر نکاح کر میں تو لا محالہ ان کی شان میں کہنا پڑے گا کہ گریز  
بروز شہید چشم چشم آفتاب را چہ گناہ۔ رافضی اس میں شہادت کی تاویل تو  
کیا کریں گے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درستی طبع کی اصلاح کا طریقہ اختیار کیا ہے۔  
اس کا ذکر روافض اور ان کے علماء کو ہی نہیں ہے۔ اس کا نام حلیہ اہلبیت ہے۔ یہ مقبول  
یا اولی الا بصائر +

(۱۵) پھر اسی صحیفہ کاملہ میں تاجی صاحب کہتے ہیں کہ محمد بن جعفر الطیار بعد از فوت  
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشت ہم کلثوم را کہ  
از دوشے اکراہ در جہاد عمری و تزدیج نمود۔ یعنی کہ محمد بن جعفر طیار حضرت عمر رضی  
اللہ عنہ کی فتیدگی کے بعد حضرت امیر المومنین کی دامادی سے مشرف ہوئے اور ام کلثوم کو  
جواز دوشے اکراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جہاد نکاح میں تھیں۔ اپنی زوجیت میں لائے

کیا اس قول سے بھی تسلیم و خضعت کا پہلو نکلتا ہے۔ روافض غور کریں شاید کوئی پہلو  
انکار یا تکذیب کا نکل آئے +

## سیف صام کے مؤلف صاحب بھی اس نکاح کے قائل ہیں

محمد علی اثنا عشری نے اپنی کتاب سیف صامہ الملقب والمورخ پر  
شمشیر تلخ جو ۶۷۷ میں بطبع آئے عشرین میں طبع ہوئی۔ حدیث ہوا اول فوج  
خضعت ہذا کی تفسیر میں آٹھ تیس صفحات لکھے ہیں۔ اور امہات المونیہ و صحاب  
کرام کے بعض دفع کی سیاحت سے ہی کہہ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا ہے۔ اور  
تقریر طویل و لا طائل کرتے ہوئے اپنے بیان خیال نشان کو مشاک پر یوں ختم کیا ہے  
المتحیرات یہ ہے کہ مقصود و مراد کلام امام سے جو بیان ہوا یہ ہے کہ  
نکاح اس جناب ستورہ معصومہ کا کہ بغیر سبب خاطر اولیا بطریق اکراہ واضطرار  
و نارضا مندی و اجبار واقع ہوا۔ اول نکاح ہے خاندان اہلبیت کا ہر وہ میں۔ باقی  
حال مفصل از روئے احادیث مشروح آئمہ اہلبیت کتاب ثانی اور تشریح لایبیا  
سید تقی علم الہدیٰ علیہ الرحمۃ اور مولانا عطاء حسینہ جناب غفران تاب وغیرہ  
کتب حق میں مداول ایمان بصریح دیکھنا چاہیں تو وہاں رجوع کر سکتے ہیں۔ صاف  
واضح ہر گاہ کہ وصالت قربت ان دشوہ ہرگز وقوع میں نہیں آئی۔ بلکہ بطریق اہلبیت  
ظاہر روایات صحیحہ ہیں اس بات کی کہ ظاہر میں یہ سچ و معصومیت  
و تہنیک مولائے مومنین نے مصر لیا لیکن حقیقت میں قربت و وصالت  
با معصومہ ہرگز وقوع میں نہیں آئی۔ بلکہ ازراہ اعجاز بنات کریم کار ساز ایک  
جنیہ شکستہ پر شکل جناب معصومہ حوالہ کی گئی اور جناب معصومہ تاجیان  
شیخ تاجی نظریے لوگوں کی غائب کی گئیں و مزید التقریر فی المسبوطات +

عبارت مذکورہ بالا سے نکاح بھی بلا شک و شبہ ثابت ہو گیا۔ اور ان احادیث  
واقوال کی تائید میں جو بھی ہو گئی جو ہم پہلے نقل کر کے ہیں وہی روافض حضرت  
اثنا عشری کے قلوب الاقطاب راوندی کی کتاب خورشید و جہاد میں بھی یہی تفصیل  
مرقوم ہے۔ روایت کا آخری حصہ یوں لکھا جاتا ہوا فقرہ ہے۔ اور اس سے



دشمن کیا گیا ہے کہ دشمنوں سے نکاح ثابت ہوتا ہے نہ ہی حضرت امیر کے عاجزی و سستی  
ہوتی ہے نہ کوئی محصور پر حرف آتا ہے۔ اور نہ اس کا اہلیت کے تنگ و ناموس کو  
بٹا گیا ہے۔ لیکن رسولی صاحب نے جو تیرہویں صدی کے کل دو ہیں۔ اتنا خیال  
نہ کیا کہ بچہ بھی جتنی نے ہی جتنے تھے اور بغیر اولیٰ علیہ السلام وفات بھی اسی جہیزے پائی تھی

### ابو القاسم قتی بھی نکاح ام کلثوم کو تسلیم کرتے ہیں

ابو القاسم قتی جو رافضی ہیں ایک بلند پایہ فقیہ شافعی تھے۔ اپنی مشہور اور مستند  
تفسیر شریع شریعہ جس کا نام سماک ہے۔ صاحب شریعہ کے اس قول کے تحت ہیں  
جس میں عربی عورت اور عجمی مرد اور عجمی مرد اور اس کے بالعکس نکاح کا جواز  
دیا گیا ہے۔ نہایت وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ زوجہ علی ہلتہ اور کلثومہ رضی اللہ  
یعنی نکاح کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی ام کلثوم کا ساتھ عہد کر کے۔ گویا اس نکاح کو بطور  
تقدیم پیش کیا گیا ہے۔ جس سے مستند زید بحث کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور  
بوافق کے اس خیال کی بھی گواہی اسٹم سے اسٹم سے اسٹم کے اور کہیں تزدیک نہیں کر سکتے  
خدا خواہ تردید ہوتی ہے۔ صاحب کلمہ کلثوم کا یہ اعتراض جو زیر عنوان لزوم خدات  
در صورت تسلیم عقد بہ اہلسنت کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ کی اس عقد ہو تو لازم آتا  
ہے کہ انہوں نے احکام خدا و رسول کو باطل کر دیا۔ کیونکہ جو فی ان کے ان ثابت  
ہے کہ نبی ہاشم کا کلمہ ہاشم رضی اللہ عنہ ہر سکتا ہے جو نہ بظاہر ہر صواعق محرقہ و  
ازانہ الخفا سے نفی کرتا ہے۔ تین قسم کی کذب بیا کی پرستی ہے (۱) کتب محمول بالا  
میں یہ کہیں مرقوم نہیں۔ وہاں تو صرف یہ ذکر ہے کہ کلمہ نسب کا اقرار کیا جاتا ہے  
پس قریش قریش کے اور عرب عرب کے کلمہ ہیں۔ (۲) کلمہ کا سوال ان کی دین کے  
وقت پیدا ہونا چاہیے نہ کہ ان کی لینے کے وقت کیونکہ اہلسنت کے ان تو نصرا یہ  
اور چودہ سے بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ مگر مسئلہ کا لغوی اور یہودی سے نکاح  
جائز نہیں۔ (۳) الی شیعہ کے اعتقادات کو محمد بن ہنیق سے نقل انداز کیا گیا ہے  
میں کی روش سے غیر اثنی اور اثنی عورت سے نکاح درست ہے۔ چنانچہ حضرت  
سکینہ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد دیگرے تین نکاح غیر اثنیوں سے کئے گئے

مصدق بن زبیر (۲) عبد اللہ بن عمرو (۳) عبد العزیز بن مروان (۴) پس چونکہ حضرت علی رضی  
لہ عنہ کے اعتقاد کے مطابق ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرعاً جائز تھا  
اسکے یہ نکاح عمل میں آیا۔ لہذا اس نکاح سے اہلسنت کے اعتقاد میں کوئی خرابی  
لازم نہیں آتی۔

### شوسترے صاحب کا کمر اقرار نکاح

قاضی نور اللہ شوسترے صاحب النواصب میں اس نکاح کا اقرار ان الفاظ  
میں کرتے ہیں: "و صاحب استنفاذ گفتہ کہ قاضی از اہل خلافت گفتہ کہ عت چیت  
در نزدیکی امیر المومنین علیہ السلام اپنے خود را بمسجدین الخطاب و ماسیونم کو خبر داد  
اللہ ما را جماعتی از مشائخ ثقات ما از ایشان جعفر بن محمد بن مالک کو فی سبب از احمد بن  
فضل از محمد بن ابی عمیر از عبد اللہ بن مسعود گفت سوال کردم جعفر بن محمد صادق را  
علیہ السلام از نزدیکی عمر از ام کلثوم۔ پس گفت این اول ندرجہ است کہ عصب کو شک  
از او این خبر مشاکل آن خبریست کہ روایت کردہ اند آن را از مشائخ ما در نزدیکی  
عمر از ام کلثوم و آن میں است کہ در خبر است کہ عمر عباس را نزد علی فرستاد و دو سوال کرد  
کہ نزدیکی کند ام کلثوم باد۔ پس آنحضرت اثناع کرد و چون عباس باز گشت و  
خبر اثناع علی علیہ السلام بہر رسانید پس عمر گفت لے عباس آیا آلف میکند  
علی از نزدیکی من۔ واللہ اگر نزدیکی نکندہ او را خواہم کشت پس عباس باز آمد و بگوید  
علی و آن حضرت در مقام اثناع استاد پس خبر داد عباس من عمر را او گفت لے عیان  
ما فرشتہ روز جمعہ در مسجد و قریب بہ منبر باش و بشنو آنچه مذکور خواہد شد پس خواہی  
دانست کہ من قادرم بہ قتل او اگر ارادہ کنم۔ پس حاضر شد عباس در مسجد چون فرماویں  
از خطبہ شد گفت لے مردم در بخامروں از اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم  
ہست کہ زنا کردہ و او محض ست و مطلع شدہ بر آن امیر المومنین۔ شکا دریں باب  
چہ میگوشید پس مردم از ہر جانب گفتند کہ ہر گاہ امیر المومنین اطلاع یافتہ باشد چہ  
عاجت است کہ مطلع شود بر آن غیر او باید کہ اسفا کند حکم خدا را دور۔ چنانکہ از  
مسجد باز آمد عباس من گفت برو نزد علی و سلووم او کن آنچه شنیدی پس واللہ اگر



نکند من میگنم پس عباس نزد علی رفت و آنچه شنیده بود به سمع آنحضرت رسانید علی فرمود  
من میدانم که این نزد او آسان است و من میستم که بگنم آنچه او التماس میکند پس عباس  
گفت اگر فیکنی من میگنم و شتم و بدیم ترا که خلافت قول و فعل ما تنها فی پس عباس  
نزد عمر رفت و گفت میکنم آنچه اراده کرده پس جیس کرد عمر مردم را و گفت این عباس  
علم علی ابن ابی طالب است - را در امر اہل خود ام کلثوم را با و راجع کرده و او را مکرر  
اورا کہ نزدیک کن و از برائے من پس ترویح نمود و عباس و بعد از اندک  
بدست ترویح فرستاد و اصحاب حدیث این روایت را قبول نکرده لیکن فقہائے  
نہجست میان این اشان و این کہ عباس ترویح نمود ام کلثوم را بعد از طولی مطالبہ  
و مدافعت پس میگنم کہ راکر انکار کرده این حکایت را از فضل عمر آنکہ ترویح عباس  
ام کلثوم را بنزد مگر از جہت چہینے کہ روایت کرده اند از مشائخ ما چنانچہ حکایت  
کردیم و این مشاکل روایتی است کہ از عداوت علیہ السلام کرده اند کہ گفتہ این اول  
فرجے است کہ از ما غلبہ کرده اند - یعنی صاحب استغناء فراتے ہیں کہ ایک  
مخالفت نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح  
عمر بن الخطاب سے کر دیا - ہم کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی ہے ایک جماعت نے ہمارے  
مشائخ ثقات سے جن میں سے جعفر بن محمد بن مالک کوئی ہیں - انہوں نے احمد بن  
فضل سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبد اللہ بن مسنان سے کہ میں نے  
سوال کیا امام جعفر سے بابت نکاح ام کلثوم نے انہوں نے جواب دیا کہ دہر اول  
فرج غصبت سنا کہ یہ پہلی فرج ہے جو ہم سے غصب کی گئی ہے اور یہ خبر مطابق اس  
خبر کے ہے جس کو ہمارے مشائخ نے بابت نکاح ام کلثوم دہر کے ساتھ عمر کے  
روایت کیا ہے - ارورہ یہ ہے کہ عمر نے عباس سے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کے  
پاس بھیجا اور درخواست کی کہ نکاح ام کلثوم دہر کا ان کے ساتھ کر دیا جائے حضرت  
امیر نے انکار کیا - جب حضرت عباس دہر یہ خبر عمر کے پاس لائے تب عمر نے کہا کہ  
اگر علی دہر سے ساتھ نکاح اپنی بیٹی کا نہ کر دیتے تو ان کو قتل کر دیتا - پھر حضرت عباس  
حضرت علی دہر کے پاس آئے - انہوں نے جب بھی انکار کیا یہاں تک کہ آخر حضرت عباس  
نے حضرت علی دہر سے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتے جو تو میں سے دیتا ہوں اور تم کو قسم

دیتا ہوں کہ میرے قول و فعل کے خلاف نہ کروں اور یہ کہ حضرت عباس نے حضرت عمر دہر کے  
پاس گئے اور کہا کہ نکاح تمہارا ام کلثوم دہر نے ساتھ چڑھا تا ہے - پس عمر نے  
آویسوں کو بھیج کیا اور کہا کہ یہ عباس چچا علی کے ہیں - اور علی دہر کے پوتی یعنی ام کلثوم دہر  
پر ان کو اختیار دیا ہے - اور ان کے نکاح کر دینے کو ساتھ میرے اجازت دی ہے پس  
حضرت عباس نے نکاح ام کلثوم دہر کا ساتھ عمر دہر کے کر دیا - اور بعد بختوری دست  
کے ان کو عمر دہر کے گھر بھیج دیا - اصحاب حدیث اس روایت کو قبول نہیں کرتے لیکن  
ان کے درمیان اس امر میں اختلاف نہیں کہ عباس دہر نے ام کلثوم دہر کا نکاح ساتھ  
عمر دہر کے کر دیا - بعد بہت جھگڑے اور مطالبہ کے - پس میں واقف ہوں کہ ان کے شہر تری  
کہاں ہوں کہ جس نے اس حکایت سے انکار کیا ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ  
حضرت عباس دہر نے ام کلثوم دہر کا نکاح ساتھ عمر دہر کے نہیں کیا - مگر بہ سبب اس کے  
جس کو ہمارے مشائخ نے روایت کیا ہے - ارورہ مطابق اس روایت کے ہے کہ  
جو امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام نے فرمایا کہ یہ پہلی شہر گاہ  
ہے جو ہم سے غصب کی گئی ہے

### مولانا محمد حسین موسوی کو بھی اس نکتہ کا اعتراف ہے

ام کلثوم دہر کے نکاح کے متعلق مولانا محمد حسین موسوی بھی چریشوں کی نظر دی  
میں واقعہ انکسار سے ہیں افضل ہیں - حسب ذیل عبارت تحریر فرماتے ہیں :-  
عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قال خطب عمر لی علی بن عبد اللہ  
ناکحھا ایاکہ فولدت زید بن عمر فواضحی حتی کان رجلاً  
یعنی حضرت عمر دہر کی خواستہ رہی پر حضرت علی دہر نے اپنی بیٹی کا جو حضرت فاطمہ  
سے نکاح کیا کر دیا - اس سے زید بن عمر پیدا ہوئے جو پہل کر جوان ہو گئے -  
(کتاب شہادت ص ۳۹)

### روافض اپنی روایات کو جھٹلائیں تو !!!

الروض روایات نکاح ام کلثوم دہر روافض کی کتب احادیث فقہ - اخبار اور



کلام میں اس کثرت سے روایات کی گنتی ہیں کہ وہ ایک تواریخ کا درجہ رکھتی ہیں اور اگر ایسی مستحکم و مربوط روایات کا محض بعض و تعدب سے انکار کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ لازماً طوریہ ہو گا کہ ہم گزشتہ زمانہ کے کسی واقعہ کا بھی خواہ وہ کس قدر سچا ہو ہرگز اقرار نہ کر سکیں گے۔ بلکہ ہر واقعہ کی صحت کا بطلان ایک لفظ "نہیں" سے ہو سکتا ہے۔ اور خدا جانے وہ کتنا فوریہ ہو گا جس کے توسل سے ہم امر حق تک پہنچ کر سکیں۔ یا مسترض کو یقین دلا سکیں کہ یہ واقعہ ضرور ہوا۔ مثال کے طور پر واقعہ کر بلا کو ہی لیتے۔ اگر کوئی شہ خضہ طبع سے اس کی تکذیب پر آمادہ ہو جائے اور ان تمام احادیث و اخبار کا جو اس کے متعلق کتب سابقہ میں مذکور ہیں بالارادہ منکر ہو تو کیا کوئی طاقت دنیا میں ایسی موجود ہے جو اسے اس امر کا یقین دلا سکے کہ یہ واقعہ معروض ظہور میں آیا تھا۔ ایسے مذہبی مخالفین کا جواب سوائے اس کے کہ زجاجی گریز مذہبوں میں تیسرا باش اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور بعینہ یہی حالت ان روافض کی ہے جو بلا دلیل اس واقعہ کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ذرۃ بھر نہیں سوچتے کہ ایک ایسی متواتر خبر کو صرف اس سے جھٹلانا کہ وہ اس کی کوئی مستقول توجیہ بیان نہیں کر سکتے۔ ان کی عاجزی و دبے بسی کی روشن دلیل ہے۔ اگرچہ وہ نہایت شوشہ چشمی سے آخروم تک یہی کہے ہیں کہ یہ تو معنوعات میں سے ہے۔ اور ان کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ نہایت تعجب کا مقام ہے۔ کہ روافض کے اکابر تو اس واقعہ کو بہ سند صحیح آئمہ کرام سے اپنی کتب احادیث میں مندرج کریں۔ اس کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہ لائیں فقہی مسائل کا استخراج ان سے کریں۔ لیکن ان کے متاخرین اس خاص مسئلہ کے بارے میں اپنا سنہری دروہلی مسطور کو مد نظر رکھتے ہوئے صاف انکار کر کے ایسے موضوعات اور مخترعات کی شق میں داخل کریں۔ اور ذرۃ بھر نہ شرمیں ناگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ واقعہ معنوعات میں سے تھا تو روافض ہی بتائیں کہ ان کے اکابر کو ایسی کیا ضرورت پڑی تھی کہ انہوں نے حدیث متعلقہ نکاح مکملہ کو بعد جرح و قدح و چھان بین کے اپنی کتب میں رقم کیا اور پھر اس کی ایسی لایسنی و مضحکہ خیز تاویلیں بیان کیں جو ان کی فہم و فراست کا تمام کر رہی ہیں۔ یا متاخرین

کو کیوں ضرورت لاحق ہوئی کہ انہوں نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بہت مرتضوی ہونی کا انکار کیا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بکرمہ کی خیالی و دہی ترویج سے اس اعتراض کے دفعہ کا بہانہ ڈھونڈا۔ یہ تمام واقعات بیاننگاہ میں اس امر کا اعلان کر رہے ہیں کہ روافض اس معاملہ میں اس قدر بے دست و پا ہو چکے ہیں۔ کہ کوئی بات بنائے ہیں نہیں پڑتی۔ اگر یہ واقعہ ایک دو روز کا ہوتا تو شاید حریفوں کا حربہ تبلیغ ہو دگر ہوجاتا۔ لیکن جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سال تک زینت النساء کے ساتھ شامہ فاروقی اعظم رہی ہوں اور صاحب الادب بھی ہوئی ہوں اور بعد شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شامہ ثانی بھی کیا ہیں اور ان تمام واقعات کا ذکر مخالف و مطابق کتب احادیث و صحیحہ و تواریخ میں بکثرت موجود ہے تو حضرات روافض کا ایسی بیہوشیا سے انکار کرنا محض جھگ مارنا ہے۔

### روافض کے وساوس کا دفعیت

اس نکاح کے متعلق خود روافض میں دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے اپنے مقدمہ و بھر اس واقعہ کے بطلان کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ پہلا گروہ ان اصحاب پر مشتمل ہے۔ جنہوں نے اس نکاح کا با تکلیف انکار کیا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل وجوہات پیش کی ہیں۔

#### رقیہ و سوسہ اول کہ اکابرین روافض منکرین نکاح ہیں

(۱) اکابر روافض مثلاً شیخ مفید و سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے جن مکانانہ قریب زمانہ آئمہ جمعہ بن علیہم السلام سے فقہ سب عقدہ کو کو باطل جانتے ہیں کہ روافض کا یہ بیان ان کی لاعلمی پر مشا بہ ہے اور صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ فرقہ فلاح اپنے مذہب سے اس قدر جاہل واقع ہوا ہے کہ اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ حقیقت حال کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عالم اور جاہل سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اور کچھ سب و شتم یعنی زہلیات یا چند واقعات باطلہ کے جو شواہد تحقیق نے مراثن میں جمع کر دیئے ہیں۔ اور کچھ نہیں جانتے۔ اور یہی ان کی متاع مذہب ہے۔ ہم اور ان مابین میں بیان کر آئے ہیں۔ کہ سید مرتضیٰ جو



۳۵۵  
 ۳۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اس نکاح کے مقرب ہیں۔ اور محقق طوسی بھی علی بن ابی طالب کے  
 یہ دونوں کا برادر افضل شیخ مفید کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور غریب راغب  
 کے مستور شمار کئے جاتے ہیں۔ ان ہر دو حضرات نے یا تو اس واقع کی تصدیق  
 اپنے استاد سے کر کے اسے اپنی کتب میں درج کیا یا اپنے استاد کی اصلاح کی  
 اور بعد خود و حوالہ کے اسے صحیح تسلیم کرتے ہوئے سر نہایت زعم کیا۔ کہانی نے بھی جس  
 کا زمانہ ان ہر دو حضرات سے قبل واقع ہوا ہے۔ اس نکاح کا اقرار کیا ہے۔  
 اور دلائل پر بحث تمام کی ہے۔ لیکن دوافض کا ان تمام حقیقتوں سے انکار  
 کرنا ایک ایسی خفیہ سازش کا پتہ دے رہا ہے۔ جو رسول انام اور اس کے صحابہ  
 کے خلاف ان دشمنانِ دین متین نے قائم کر رکھی ہے اور جس کا مقصد و غرض  
 یہی ہے کہ منافقانہ انداز سے اسلام کو چشم زخم پہنچا کر نجس بیوں۔ گبروں اور  
 آتش پرستوں کی تباہی کا استقام لیا جائے۔ لیکن کیا پرسی اور کیا پرسی کا شریک  
 حیانات و خفایات الہی جس کی آغوش میں اسلام چھو لایا پھلا اور تباہی قیامت دہی کا  
 ان ملکات سے کب زبرد ہو سکتا ہے۔ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر ست۔

یہاں یہ بات بھی بیان کر دینے کے قابل ہے کہ دوافض کے ایک اور جلیل القدر  
 عالم سید مرتضیٰ راضی صاحب جعفری احوام ہیں۔ لیکن یہ متاخرین میں سے تھے  
 اور انہوں نے ایسا زمانہ پایا ہے جبکہ انکار کی دیا عالمگیر ہو چکی تھی۔ اگر وہ بھی اسکی  
 زرد میں اگر شک ہو گئے ہوں تو یہ کچھ عجیب ہیں۔ دوافض ان ہر دو حضرات کو غلط  
 طے کر کے کیوں اپنے دین و مذہب کی سٹی پیدا کر رہے ہیں۔ کہاں سید مرتضیٰ عالمِ ہدی  
 اور کہاں سید مرتضیٰ راضی۔ اشتراک نام سے کس قدر ناجائز فائدہ اٹھا کر جناب  
 علم الہدے کو منکر نکاح بیان کیا جاتا ہے۔

### رد و سوم دوم کہ کتب معتبرہ اہلسنت یہ نکاح ثابت نہیں

(۲) کتب معتبرہ اہلسنت مثل مواہن محرقہ و ازانہ الدین وغیرہ سے بھی یہ ثابت

ہوتا ہے۔ کہ یہ نکاح ہرگز نہیں ہوا۔ (کنز مکتوم)

روافض نے جب یہ دیکھا کہ ان کی تمام مذہبی کتب اس صداقت سے  
 مملو ہیں۔ اور دلیلِ حمید کسی طرح بھی تو نہیں کی جا سکتی۔ تو اعتراض محول بالا تراشا

۳۵۶  
 لیکن اتنی تخیل و گوارا نہ کی کہ پہلے دیکھ تو لیتے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ اس میں صداقت  
 کا کتنا حصہ ہے۔ جس جاہل نے کہہ دیا کہ اس نکاح کا ذکر کتب اہلسنت میں نہیں  
 آتا۔ اور پیساروی بن کے دیوانہ راہوئے بس است تمام عالم پر آٹھ دوڑے  
 اور گئے۔ یہ سب کئی لکھنے کے اتنا ظلم اٹان واقعہ ہوا۔ اور کتب اہلسنت میں اس کا  
 ذکر نہ ہوا۔ اسنے یہ تو سرا سر غلط ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہے۔ کہ حق ہمیشہ  
 باطل پر غالب رہا ہے۔ اور اہلسنت و الجماعت کی تمام کتب معتبرہ عقیدہ مذکور  
 کے وقوع و صحت کی مزید ہیں۔ چنانچہ مختصر اہم ان عبارات کو یہاں مندرج  
 کرتے ہیں تاکہ دوافض کو معلوم ہو جائے کہ وہ دروغ گوئی۔ فریب کاری اور ہوک  
 بازی سے نجات حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ قصائل روزیہ ہمیشہ قعرِ مذلت۔  
 کفایت و خوارگی میں لا ڈالتے ہیں۔

### ثبوت از مواہن محرقہ

۱) مواہن محرقہ مطبوعہ بیروت ۱۳۵۰ھ پر عقد اہم کلمہ دوم رقم  
 کو ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وہ جیسا کہ دوافض دہو کا دیا کرتے ہیں۔ عربی عبارت کا  
 صحیح و مکمل ترجمہ ذیل ہے:-

روایت اول۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت  
 علیؓ سے اہم کلمہ کا خطبہ کیا۔ حضرت علیؓ نے دوافض کے۔ اول ان کی صغر سنی  
 نکاح اور دوسرے اسے اپنے بھتیجے کے لئے آمادگی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ  
 میں نفسانی خواہشات کے خیال سے نہیں جانتا بلکہ میں نے رسول اللہ صلیم  
 سے سنا ہوا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ تمام نسب اور تعلق قیامت کے دن منقطع  
 ہو جائیں گے۔ سوائے میرے تعلق اور نسب کے۔ اور تمام ملاکیوں کی اولاد کا  
 عصہ ان کا والد ہوتا ہے سوائے اولادِ فاطمہؓ کے کیونکہ میں ہی ان کا باپ  
 اور عصہ ہوں۔

روایت دوم۔ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹیوں کو اپنے بھتیجوں کیلئے علیحدہ  
 کر رکھا تھا پھر حضرت عمرؓ ان سے ملے۔ اور کہا کہ اے ابوالحسن اپنی بیٹی اہم کلمہ دوم  
 بذاتِ فاطمہ بنت رسول اللہ صلیم کا کھیرے ساتھ نکاح کر دو۔ حضرت علیؓ نے







میں ۳۲۲ پر حضرت عمرؓ کے عادات و خصائل کے بارے میں ایک روایت قلمبند کی ہے۔ جو عقد مذکورہ کی موید و مشیت ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ امام ابن جوزی نے ثقب طبر میں حضرت انس سے ایک مشہور واقعہ درج کیا ہے۔ کہ رات کو جب معمولی گشت کرتے ہوئے مدینہ کے میدان میں ایک خیرہ دکھائی دیا جس میں ایک مسافر کی بیوی دروازہ سے بقیاب تھی۔ اور کوئی دانی نہ تھی۔ آپ فوراً گھر آئے اور اپنی اہلیہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں فرمایا کہ کیا تم کو کوڑا بھال کرنے کا شوق ہے جس کا خداوند کریم نے تم کو موقع دیا ہے۔ چنانچہ ان کو آمادہ کر کے آپ اس عورت کے پاس لائے۔ اور اس عورت کی آڑ سے وقت میں دستگیری کی پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۲ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نواسے زید کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا لکھا ہے۔

### الفتوحات الاسلامیہ سے بھی یہ نکاح ثابت ہے

فرید العصر دلاوان شیخ الاسلام السید احمد ابن السید زینی وعلان مفتی الشافعیہ مکتبہ المحمید الفتوحات الاسلامیہ میں جو مکہ معظمہ کے مطبع میرہ میں بزبان عربی ملاحظہ میں بار دوم شائع ہوئی اس کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۶ میں نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا واقع نکاح آنکھ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے۔ اور ان روایت کرنے والوں میں یحییٰ بن خلیفہ اور دارقطنی ہیں۔ اور اس نکاح کے متعلق احادیث اکابر اہلبیت نبوی سے مروی ہیں۔ چنانچہ اسے امام جعفر صادق نے اپنے باپ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ تھا کہ اپنی صاحبزادی کو اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں سے بیاہیں۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا ارادہ بڑیوں کو اپنے بھتیجوں کے ساتھ بیاہنے کا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول معظم سے میں نے رشتہ ہوا ہے۔ کہ قیامت کے

دن تمام سبب اور سبب قطع ہو جائیں گے۔ سوائے میرے نسب و سبب کے اور تمام بیٹوں کی اولاد کا عہدہ بہ ان کا باپ ہوتا ہے۔ سوائے اولاد و خاندان کے کہ میں ان کا باپ اور عصب ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ اس رشتہ سے میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق سبب و نسب ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے اسد میں و حضرات حسن و حسینؓ سے مشورہ کران چنانچہ آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسینؓ سے پوچھا تو امام حسینؓ اپنے بڑے بھائی کی موجودگی میں خاموش رہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے پیارے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ بزرگتر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کون ہے۔ حضور ان سے راضی تھے پھر جب آپ خلیفہ ہوئے تو عدل و انصاف کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے سچ کہا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ تم سے پوچھ کر رشتہ کر دوں۔ قصد مختصر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی دختر بلند اختر کا نکاح کر دیا۔ چالیس ہزار درہم ہرقہ دہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس رشتہ سے کمال درجہ خوشی حاصل ہوئی صحابہؓ نے مبارک دی۔ ان سے آپ کے ہاں زید و رقیہ پیدا ہوئے جن سے سلسلہ اولاد نہیں چلا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۲ پر ایک واقعہ درج ہے جس سے عقد مذکورہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ ہوتا ہے۔

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اہلبی قبیعہ روم کی طرف بھیجا اس کے ہاتھ حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں ایک دام گرنتہ دینار کی قیمت کا عطر شیشی میں بند کر کے اہلبی کو دیا کہ ملکہ کو دیدینا اس ملکہ نے اس کے عرق جو اہرات بھیجے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے انہیں دیکر فریضہ پروا لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب گھر میں تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ یہ چراہرات کیسے ہیں۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ جو اہل تکریم مسجد کی طرف آئے۔ اور لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر چراہرات کے متعلق اطلاع دیکر مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے کہا اس کی مستحق سپہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ یہ مال ایک عورت کی طرف سے ہدیہ ہے۔ جز یہ اور خراج نہیں ہے۔ اور اس پر دوسرے



امر کے طرح احکام جاری نہیں ہو سکتے۔ آپ نے فرمایا لیکن مشکل یہ ہے کہ جس کو یہ  
جواہرات وصول ہوئے ہیں وہ امیر المؤمنین کی زوجہ ہے جس کے ہاتھ یہ مال  
آئی ہے۔ وہ امیر المؤمنین کا لہجہ ہے۔ اور سواری جس پر اس رسول نے سفر کیا  
ہے وہ مسافروں کی ہے۔ اور یہ مال مسافروں کی ولا (ملک) ہے۔ پس میرے  
خیال میں اس کی جگہ مسافروں کا بیت المال ہے۔ لہذا ہم ام کلثوم کو معرفت  
اس کا اس مال دے سکتے ہیں۔ پس آپ نے وہ جواہرات بیچ کر ایک دینار  
اپنا بیوی کو دیدیا۔ اور باقی بیت المال میں داخل کر دیا۔

### الفاروق میں شہادت نکاح ام کلثوم

فخر المحققین علامہ شبلی نعمانی اپنی مشہور آفاقی کتاب الفاروق کے صفحہ ۲۷۹ پر  
اس نکاح کے متعلق یوں فرماتے ہیں: "آخر عمر میں ان کو دینے حضرت عمرؓ کی  
خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق بیہ الگ کریں۔ جو مزید شرف اور برکت کا سبب  
تھا۔ چنانچہ حضرت امینہ سے ام کلثوم و ما کے لئے درخواست کی۔ جناب ممدوح  
نے پہلے ام کلثوم و ما کی صغر سن کے سبب سے انکار کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے  
زیادہ تمنا ظاہر کی اور کہا کہ اس سے مجھ کو حصول شرف مقصود ہے تو جناب  
امیر نے منظور فرمایا۔ اور سال ۶۰ ہجری پر نکاح ہوا۔ اس تہذیب کا  
واقعہ تمام محدث مؤرخوں نے یہ تفصیل لکھا ہے۔ علامہ طبری نے تاریخ کبیر  
میں ابن جبران نے کتاب المشتقات میں۔ ابن قتیبہ نے معارف  
میں۔ ابن اثیر نے کامل میں نہایت وضاحت سے لکھا ہے۔ کہ ام کلثوم  
بنت فاطمہ الزہراء حضرت عمر و ما کی زوجہ تھیں۔ ایک دوسری ام کلثوم بھی ان  
کی زوجہ تھیں۔ لیکن ان دونوں میں مورخوں نے صاف تصریح کی ہے۔ علامہ  
طبری و ابن جبران و ابن قتیبہ کی تصریحات خود میری نظر سے گزری  
ہیں۔ اور ان سے بڑھ کر تاریخی واقعات کے لئے اور کیا سند ہو سکتی ہے۔ وہ  
عبادتیں اس موقع پر نقل کرتا ہوں۔ ثقاہت بن جبران ذکر خلافت عمر و ما  
واقعات ۱۰۰ میں ہے۔ شہد تزوج عمر ابن کلثوم بنت علی ابن ابی طالب

و علی من فاطمہ و دخل بها فی شہر ذیقعد۔ معارف میں ابن قتیبہ  
ذکر اولاد عمر میں ہے و فاطمہ و نرید امھا اور کلثوم بنت علی بن ابی طالب  
من فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم۔ اسد الغابہ فی احوال صحابہ ابن اثیر  
میں جہاں حضرت ام کلثوم و ما کا حال لکھا ہے۔ تفصیل کے ساتھ اس کی تہذیب  
کا واقعہ نقل کیا ہے۔ جس کو ہم تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں۔  
جہاں مذکورہ بالا کے مسائل سے ہر ذی فہم پر ہر ید ہدایت لگے گا۔ کہ ام کلثوم  
کی تہذیب کے واقعہ کو اہلسنت والجماعت کی تمام معتد اور معتبر کتب میں بالیقین  
روایت کیا گیا ہے۔ جو اس کی صحت و وقوع کا متکفل ہے۔ لیکن روافض کا یہ  
مشہور کرنا کہ اہل حق کی کتب میں یہ واقعہ مذکور نہیں بلکہ خرب دہی کی خاطر  
ہے۔ جس سے مقصود عرف اپنی عاجزی اور بے بسی کو چھپانا ہے۔

### رد و سود سوم کہ صحیحین وغیرہ میں روایات نکاح نہیں

اخبار اہلسنت مثل فخر الدین رازی و عضد الدین صاحب مواقف و علامہ  
تفتازانی و سید شریف و علامہ قوشچی شارح تجرید و فخر المندوم صاحب ہمام  
ثنا قید و حسام الدین برزنجی صاحب مرا فیض الروافض و ابن تیمیہ و ابن حزم و  
محسن کشمیری و شیخ عبدالحی دہلوی وغیرہ طے نقل۔ ان سب کے بیانات سے  
ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو روایت صحیح بخاری و مسلم میں نہ ہو وہ معتبر نہیں ہے بلکہ  
بعض کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو روایت صحیح بخاری میں نہ ہو۔ اگرچہ صحیح  
مسلم میں ہو وہ بھی صحیح نہیں اور روایات عقد مذکور نہ صحیحین میں  
ہیں نہ دیگر صحاح ستہ میں۔ حالانکہ بنا بر تصریح مولوی حیدر علی صحیحین  
میں دو سو دس سے زیادہ روایات ضعیف و موقوفات سے ہیں۔ باوجود ان  
کے بھی روایات عقد مذکور کو نہیں لکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موقوفات  
سے بھی ان روایات کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ (کنز الملتوم)

### صحابہ میں بھی اس تزوج کا ذکر موجود ہے

روافض کا یہ بیان بھی ان کی لاعلمی اور کذب و دروغ پر مشتمل ہے۔ اور



بالکل دایمی و پرمح ہے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ پر انہوں نے ایک بہتان عظیم باندھا اور افسوس کیا ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ اور نیز دیگر ائمہ محدثین نے کسی جگہ نہیں فرمایا کہ جو روایت صحیح بخاری و مسلم میں نہ ہو وہ نامعتبر و غیر صحیح ہے۔ بلکہ شیخ علیہ الرحمۃ مقدمہ مشکوٰۃ شریف میں صاف تصریح فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ بخاری و مسلم میں مختصر نہیں ہیں۔ اور نہ انہوں نے تمام صحاح کا احاطہ کر لیا ہے۔ بلکہ بعض صحیح احادیث بھی جو ان کے نزدیک ان کی شرطوں کے مطابق صحیح تھیں نہیں لائے ہیں۔ امام بخاری نے خود اس امر کی تصریح فرمائی ہے۔ کہ میں اس کتاب میں وہی احادیث لایا ہوں جو صحیح ہیں اور میں نے بہت سی صحیح حدیثوں کو چونکہ طوالت چھوڑ دیا ہے۔ علیٰ ہذا امام مسلم نے فرمایا ہے کہ میں جو احادیث اس کتاب میں لایا ہوں صحیح ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ جن کو میں نے ترک کیا ہے ضعیف ہیں۔ ہم حدیثوں کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتے لیکن رد و فعل کا اعتراض اٹھانے کے لئے اہم یہاں دو احادیث صحاح ستہ سے بھی نقل کر دیتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ عقد مذکور کی نسبت ان کی درود بخانی و فریب دہی کا پردہ یہاں بھی چاک ہو رہا ہے۔ چوں کہ عجب پر تعجب آتا ہے کہ ایک صحیح واقعہ کو چھپانے کے لئے رد و افضل نے اس قدر کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ کہ اخلاق حسنہ اس کے تصور سے کانپ رہے ہیں۔ خدا جانے مومنیت کی یہی شان ہو گی۔

۱) ترجمہ صحیح بخاری مطبوعہ دہلی پارہ نمبر چہارم کتاب الجہاد ص ۲۸  
پرنسپل مین ابی مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے مدینہ کی عورتوں  
کو کچے چادریں تقسیم کی تھیں تو ایک نہایت عمدہ چادر نکلی۔ تو ان کے پاس  
بیٹھنے والوں میں سے کسی نے کہا کہ اسے امیر المؤمنین یہ چادر آپ رسول خدا صلی  
اللہ علیہ وسلم کی عاجزادی (یعنی نواسی) کو جو آپ کے نکاح میں ہیں دیدیجئے۔ وہ لوگ  
ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کو فرا دیتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ام سلیطہ  
اس کی زیادہ مستحق ہیں۔ اور ام سلیطہ انصار ہی خواتین میں سے تھیں جنہوں  
نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اُحد کے

وہ ہمارے لئے شکیں بھر بھر کے لاتی تھیں۔

(۲) نسائی شریف جلد اول صفحہ ۲۸۰ کتاب الجنازہ باب اجتماع جنازۃ الرجال والنساء میں ہے۔ اخبونا محمد بن رافع قال اخبرنا عبد اللہ بن علی عن ابن جریر قال سمعت نافعا بن عجمان عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن علی بن قیس عن حماد بن جمیع عن رجل من رجال یطون الامام والنسائیین القبلیہ ضفیفین ضفا واحدا ووضعت جنازة ام كلثوم بنت علی امرأۃ تسمى من الخطاب وابن لها يقال لها نریذ بن امام نسائی اپنی تصحیح میں روایت ابن جریر کہتے ہیں۔ کہ کہا ابن جریر نے کہ نسائی نے نافع کو کہ وہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر نے جنازوں کی اکٹھی نماز پڑھ لی۔ مہربوں کے جنازے کو امام کے قریب کیا اور غور توں کے جنازوں کو قبلہ کی طرف اور سب کی ایک صف بنائی۔ اور اُم کلثوم دختر علی کرم اللہ وجہہ جو حضرت عمر بن الخطابؓ کی زوجہ تھیں۔ اور ان کے بیٹے جن کو زید کہا جاتا تھا ان دونوں سے جنازہ ایک ساتھ رکھا گیا۔ اور حضرت سعید بن طاہر اس وقت امام تھے۔

روئے سومہ چہارم کہ روایات نکاح پر اعتبار نہ کرنا چاہئے

راویان حدیث عقدا م کلثوم مثل سفیان و زہیر بن یحنا وغیرہ سب کذاب و  
مضاع و دشمن آل رسول ہیں۔ ایسے کاذبوں کا بیان کب سنہرے ہو سکتا ہے اور  
احادیث و روایات اس قدر مختلف فیہ و متضاد ہوئی ہیں کہ ان پر اختلاف و غیر ممکن ہو گیا ہے  
ہم بغرض محال روایات کی خاطر تسلیم کر لیتے ہیں کہ اس سنت و الجماعت کے  
راویان حدیث عقدا م کلثوم اختیار اور اعتماد نہ کئے گئے ہیں۔ روایات کیوں اس قدر  
میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کی احادیث اور راویان حدیث کی طرف متوجہ ہوں  
خواہ مخواہ مشہر کے اندیشہ میں گھلنا اور دوسروں کا غم کھا لیا کہ ان کی عقل و فہم  
وہ اپنے گھر کی خبر لیں۔ اور دیکھیں کہ ان کے راویان ثقہ ہیں یا نہیں۔ جس وقت وہ  
یہ ثابت کر دیں گے کہ ان کے تمام راویان حدیث و مضاع و کذاب۔ ولس و مال  
اور دشمن خاندان رسول تھے۔ اور ان کے فقہاء اور محدثین اس قدر سادہ لوح



ماتے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے بغیر حرج و مرجہ ابن بکر و دیگرہ کی امام بنی شامیہ کی کتاب میں بھرتی کر لیا۔ اور فقہی مسائل کا ان سے استخراج کیا جس پر دوافض اب بھی کار بند ہیں۔ تو انہیں بھر ضرورت لہ حق ہو گی کہ ہم اپنے ادا بان حدیث پر ترجیح و تواتر کر کے ثابت کر بیٹھیں کہ ہمارے محدثین نے فراہمی احادیث میں کس قدر انحراف کیا ہے۔ اور ادا بان کی لغات و صداقت کا کتنا بلند پایہ دکھا ہے۔ باقی رہا مسائل فقہیہ جو روایات کے پاس سے جاتے ہیں ان کی نسبت ہم یہ بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ فقہی حجتوں میں کہیں بھی اختلاف واقع نہیں ہوا۔ بلکہ جزئی امور میں روایات واقعہ کی تفصیل پر ہم ہمیشہ فرو ہیں۔ اور یہ عقیدہ کے مخالف نہیں۔ احادیث منذرہ کثرت و متواتر و استنبصار۔ ومن لا یؤثر الفقیر و غیرہ میں کسی جگہ اس نکاح کے متعلق کوئی متذکرہ یا متناقض امر نہیں ملتا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس نے اس واقعہ کی اہمیت اور پتے کا اختلاف خود دوافض کا پیدا کردہ ہے۔ جنہوں نے اس واقعہ کی اہمیت اور پتے کو غیب کا بطن غم سے کرتے ہوئے دایہ تباہی بیانات باطل تحریفات۔ لایسنے کاویلات اور مضحکہ خیز نوچیاں سے اس واقعہ کو بالارادہ خلطاط کر کے ایک دوسرے پریشان بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس نے شور و شغب برپا کیا ہے کہ آئندہ حق و باطل جھگڑے۔ اور یہ امر ثابت نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اس بارے میں ان کی تمام کوششیں تین دوروں پر منقسم ہوتی ہیں۔ دور اول میں ان کے اکابر نے بلا استثناء جن کا زمانہ قریب عہد آئمہ کے تھا۔ اس واقعہ کو تسلیم کیا ہے۔ دور دوم میں علماء روافض نے اس میں مخالفت و منازعت و تجویف و تہدید کی لم لگادی ہے۔ اور بعض نے یہ کہہ کر یہ نکاح حضرت عباس نے حمیرہ دستی سے کیا۔ جس سے حضرت امیر بانگل ہری الذمہ تھے۔ وور سوم میں روافض نے انکار بالکلیہ کا دھبہ گروانا اور کذب و ابطال کے دیوتا کی دلیلیں پر جید ساکی کرتے کرتے ماسے گھسا دیئے۔ لیکن ان کے خیال میں یہ کلمات کاٹیکہ جو لگ چکا تھا نہ مٹا۔

روافض و موافقین کہ بوجہ شرکت امی محدثین کو مفالطہ ہوا

ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما جو اس بات عیس کے بطن سے تھی اور حضرت علی کی ربیبہ تھی حضرت عثمان سے بیاہی گئی۔ لیکن بوجہ شرکت امی کے ام کلثوم کو جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادی تھیں۔ جو شہین کو مغلطہ ہوا۔ (ام کلثوم) تفسیر شمار در اذن کا یہ دعوئے بھی ان کی کذاب بیانی کی ایک روشنی دلیل ہے کہ ام کلثوم کو محمد بن ابی بکر کی حقیقی بیٹی اور حضرت علی کی ربیبہ قرار دینا حقیقت حال پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت صدیق اکبر کی بیٹی ام کلثوم زبیر بن عوفہ انصاری کی بیٹی کے بطن سے تھیں نہ کہ حضرت اسما بنت عجمیس کے شکم سے جنہوں نے بعد از ولادت حضرت صدیق حضرت علی سے نکاح کیا جو کتاب المعارف ص ۱۱۱

تاریخ امی مر کا بھی شاہد ہے۔ کہ حضرت صدیق کا انتقال اس صاحبزادی کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا۔ اور وہ عذرا روقی میں نہایت صغیر سن تھیں اور ہرگز قابل شادی کے نہ تھیں۔ ان کا نکاح طلحہ بن عبید اللہ سے ہوا تھا۔ اور ان سے دو اولادیں ہوئیں۔ نوکر یا اور عائشہ بھر فقہ بن عبید اللہ جب شہید ہوئے کہ ام کلثوم سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی ہبہ الخواری سے نکاح کر لیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ روقی دو از وادج کی کنیت ام کلثوم خور تھی۔ جن میں ایک کا نام طیکہ بنت جبرول خراسانی تھا۔ جو زید المصفر اور حضرت عبید اللہ مشہور شجاع کی والدہ تھیں۔ اور انہیں حضرت فاروق اعظم نے اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دیدی تھی۔ اور دوسری کا نام جمیلہ بنت عامر بن ثابت تھا۔ اور ان کے بطن سے حضرت عاصم و حضرت عمر بن عبدالمطلب کے ناماء متواتر ہوئے۔ کتاب المعارف ص ۱۱۱

الفرق کا شیعی مصنف بھی نکاح ام کلثوم کا قائل ہے

علامہ شبلی مرحوم کی تہذیب نام تصنیف الفاروقی کے جواب میں شیعی اثنا عشری مرزا عبد علی بیگ قزلباش نے ایک کتاب الفرق لکھی ہے۔ اور کتاب کو مشعل دکھائی ہے۔ اس کتاب کے حصہ دوم میں مصنف



۶۲-۶۳ میں تسلیم کرتا ہے کہ ام کلثوم جو خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی زوجہ بنت ابی اسلمہ بن عبد مناف تھیں۔ لیکن خاتون قیامت کے بطن سے نہ نکلیں۔ اس قول کے ثبوت میں کوئی سند پیش نہیں کی گئی، بلکہ ایک لوندی راوی تھیں۔ اور چونکہ حضرت عمرؓ کے والد بھی ایک لوندی کے شکم سے تھے۔ اس لئے اگر علیؓ ارفضے نے اپنی کسر و خیر ام کلثوم کو جو بطن ام الولد سے تھی حضرت عمرؓ کے ساتھ نکاح کر دیا یا حضرت عباسؓ کو اس کے نکاح کرنے سے نہ روکا تو انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ بیچوند سے بیچوند ملتا ہے۔ گویا کسی ام الولد سے پیدا شدہ لڑکی کو چنانچہ مسلمان کے نطفہ سے ہوا اور سونہ بھی ہو (بقول روافض) کسی صاحبِ عقاب، فاسق یا فاضل کے حوالے کر دینا اسلام کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے جو عین الہی اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے منہا نب اللہ امام تھے علی کر کے اسے جان کر دیا ہے۔ کیا اولاد ام الولد ایک ایسی مکروہ ہستی ہے جس کو اسلام کی عالمگیر ہمدردی و اخوت کے حصار میں کوئی پناہ مل نہیں سکتی العجب ثم العجب۔ لیکن روافض ہی بتائیں کہ ان کے جو سات امام ام الولد کے پیٹ سے تھے۔ ان کو نسبت وہ کیا حکم نکالیں گے۔ اگر آئندہ کیلئے یہ امر موجب خرابی نہیں ہو سکتا تو ام کلثوم کو کیوں اس قدر حقیر سمجھا جاتا ہے۔ تیسرا بازووں کو کیا ضرورت کہ غرور و غرض سے کام میں۔ انہیں تو تبرا کرنا ہے۔ رسولؐ یا ہوا اس کی عزت۔ اس کے اصحاب ہوں یا زندان۔ یہ کسی کو نہ چھوڑینگے۔ جو زود پیر یا یا کو گولے چھوڑا

### روحِ ششم کہ حضرت علیؓ کا یہ کہنا کہ تیسے کا ذب ٹھہرتے ہیں

روایات و مواضع عجیب ہیں کہ حضرت علیؓ نے جب ان سے ام کلثوم کا خطبہ کیا گیا۔ تو انہوں نے اپنی ہا جیڑا دیوں کو اپنے بھتیجیوں کے لئے علیحدہ کر رکھنے اور سیدہ معصومہ کے صغیرہ ہونیکا عذر کیا۔ لیکن اس عذر کے بعد بھی حضرت علیؓ

مسند ابن ابی شیبہ (۲) امام بیہقی کاظم (۳) امام علی رضا (۴) امام محمد تقی (۵) امام علی نقی (۶) حسن عسکری (۷) امام غائب (۸) دیکھو اصول کافی ص ۲۰۵ تا ۳۹۵

کام کلثوم کو حضرت عمرؓ سے بیاہ دینا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت علیؓ نے معاذ اللہ جبرٹ کہا تھا۔ (کنز کلثوم)

جناب مرتضیٰ پر یہ ایک بے بنیاد الزام ہے جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہم مان لیتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو اپنے بھتیجیوں سے بیاہیں لیکن یہ کہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس کے نکاح پر گزر کر گزر کر چلیں۔ (اللہ جل شانہ نے انہیں ایک بہتر رشتہ عطا فرمایا جسے انہوں نے بخوشی قبول کیا۔ تو اس میں کونسی تباہت لازم ہوئی۔ حضرت علیؓ کا ارادہ خدا کا ارادہ نہ تھا۔ کہ کن فیکون کے تحت میں آجائے۔ تغیر و تبدل ارادہ ان کے لئے ہرگز مستثنیٰ الوقوع نہیں تھا۔ اور اس کی تصدیق ان کے مشہور و معروف قول سے ہوتی ہے۔ کہ عرفت ربی ہر فسخ الخاتم یلے میں نے اپنے رب کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے کے باعث پہچانا۔ تمام تعجب ہے کہ روافض خدائے متعلق کو تبدیل ارادہ (بداء) کے قائل ہوں۔ مگر ایک بندہ خدا (علیؓ) کے لئے ارادہ تبدیل کر دینا محال بتائیں۔ صاحب کنز کلثوم زیر عنوان "ازوم فسادات" پانچویں خرابی کے ضمن میں کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے عذر اختصار سیدہ معصومہ پر خلیفہ ثانی کا اصرار رسول صلعم کے اس حکم کے منافی تھا کہ جب کوئی مسلمان کسی سے خواستگاری کرے تو پھر دوسرا شخص نہ کرے۔ چنانچہ حاشیہ کے نوٹ میں اس کا حوالہ حدیث بخاری سے دیا ہے جو حسبِ ذیل ہے۔ لا یخطب علی خطبۃ اخیر جس کی تشریح حاشیہ بخاری پر اس طرح مرقوم ہے۔ خطبہ کا مطلب ہے کہ مرد عورت کو درخواست کرے۔ اور دونوں مہر پر متفق اور راضی ہوں۔ اور سوائے عقد کے اور کچھ باقی نہ ہو۔ صرف اس حالت میں دوسرے کو خطبہ کرنا ممنوع ہے۔ روافض نے یہ کہیں بھی ثابت نہیں کیا۔ اور نہ ہی کوئی اور مستند تاریخ و محدث بیان میں اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ اور ان کے بھتیجیوں کے درمیان یہ معاہدہ نکاح ہو چکا تھا۔ اور جس کا حرف عقد ہی باقی تھا۔ بلکہ حیدر راویان نکاح ام کلثوم نے بالاتفاق لکھا ہے کہ حضرت امیر کا ایسا ارادہ تھا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس حدیث



کا اطلاق حضرت عمرؓ پر کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر زلفین کے باقی سادے  
 کے خلاف حضرت عمرؓ نے غلبہ کیا ہوتا تو بلا شک حضرت عمرؓ قابلِ ملاحظہ  
 قرار دیتے جلتے۔ لیکن بعض ارادہ امیرؓ کو ہر صاحبِ اولاد اپنی اولاد کی بہتری  
 کے لئے سادہ سالہ پیشتر کرتے اور ہتھار جتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو سودا سرام  
 بنانا ایک معنیہ نہ ہوتا ہے۔ دوسرے حکم کو انھوں نے بہت کچھ بہت سے  
 رکھی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق سیدہ طاہرہ کی عمر وقت نکاح دس برس کی تھی  
 جس سے حضرت عثمانؓ ثابت ہوئی۔ بعد از اوقات مذکورہ کو با کمال غلطی اکل  
 موضوعات میں سے قرار دیتے ہیں۔ عام طور پر لفظ صغیرہ کا اطلاق اس لڑکی پر  
 کیا جاتا ہے۔ جس میں آثارِ بلوغت ابھی عیاں نہ ہو سکے ہوں۔ اور ممکن ہے کہ  
 بوقت شائستگی ہی حضرت ام کلثومؓ ابھی صغیرہ ہی ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ  
 کی عمر بوقت نکاح ۶ سال تک بیان کی جاتی ہے۔ حالانکہ دعویٰ کی رسم لوسالی کی عمر  
 میں داہنی ہے۔ صحیح یہ نہیں آتا کہ حضرت علیؓ پر بہتان کذب کس طرح قائم ہو سکے  
 حضراتِ روافض حضرت علیؓ کے لفظ صغیرہ پر گرفت کرتے ہیں۔ اور اس کو کھیلنے  
 کے لئے طرح طرح کے فریبوں سے کام لیتے ہیں۔ کہ کسی طرح قول حضرت علیؓ غلط  
 اور ام کلثومؓ دم کی عمر بڑی ثابت ہو جائے۔ ہر رافضی اس معصومہ کو جوان ثابت  
 کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی دس برس بتاتا ہے۔ کوئی ۱۶ برس اور کوئی ۲۰ برس  
 ہر ایک قیامی ڈھکوسلے پیش کرتا ہے۔ اور یقینی طور پر نہیں بتلایا جاسکتا کہ ان  
 کا سال ولادت کیا تھا۔ اگر مؤلف کتبِ مکتوم صلتاً پر تسلیم کرتا ہے کہ آپ کی  
 ولادت ششہ یا ششہ میں ہوئی۔ اور آپ کا نکاح ششہ سے منسلک ہے  
 میں واقع ہوا۔ ہذا صغیرہ ہیں کہی جاسکتیں۔ پس بقول روافضی بھی سیدہ  
 ام کلثومؓ کی عمر ۹ سے ۱۲ سال کی ہوتی ہے۔ اور کوئی عقلمند ہے جو اس عمر کی  
 لڑکی کو صغیرہ نہ کہے۔ اگر بفرمانِ مہال گیارہ بارہ سال بھی عمر قرار دے دی  
 جائے۔ جب بھی انہیں صغیرہ کہنا والد بزرگوار حضرت علیؓ کے لئے قابلِ گرفتہ  
 نہیں ہو سکتا۔ ہم حیران ہیں کہ کسی کے صغیرہ یا کبیرہ ہونے سے نکاح پر جس کا  
 انعقاد کتبِ زلفین سے ثابت ہے۔ کس طرح نقص عائد ہو سکتا ہے۔

علاوہ از میں حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ بقول انھیں تھیں۔ اس لئے بعید از قیاس  
 ہیں کہ اپنی صاحبزادی کو اپنے بھتیجیوں کیلئے مختص کر رکھیں اور  
 ان کے صغر سن ہونے کا عذر بطور تقیہ ہی کیا ہو۔ نے تقیہ کے  
 علاوہ سوچ تو یہی کہ یہ اختیار جب آپ نے اپنے ہی مومنوں کے لئے بنایا  
 ہے۔ تو جناب امیرؓ نے بھی اگر اس سے فائدہ اٹھایا تو کیا جرم کیا۔ نیز  
 حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ شہادتِ پسندی کو مد نظر رکھتے ہوئے جس کا دوست  
 دارین کو اپنی اولاد خواہ کس قدر بڑی ہو جائے۔ جیسے چھوٹی ہی معلوم ہوتی  
 ہے۔ اپنی دختر بلند اختر کو صغیرہ کہا ہو۔ اور با خصوص اسے حالات میں جبکہ  
 خواستگار ہی کریدہ الا ایک سن رسیدہ بزرگ تھا۔ جس کی کبر سن کے مقابلہ میں  
 معصومہ کی عمر حقیقتاً کسی کی مترادف تھی۔ تو اس میں کیا جھوٹ ہے۔ باقی  
 دم معاملہ معصومہ کا جناب امیرؓ کے بھتیجیوں کے لئے مختص ہو گیا سو یہ  
 قدر بھی خلیفہ چہارم کے خلاف کذب گوئی کی دلیل نہیں ہے۔ نہایت قریب قیاس  
 ہے۔ کہ آپ نے معصومہ کو اس غرض کے لئے مختص کر رکھا ہو۔ اور آپ کی  
 ولی خواہش بھی یہی ہو کہ معصومہ کا رشتہ اسی جگہ ہو جہاں آپ نے ارادہ  
 کیا ہوا تھا۔ اور جہاں بوجہ سابقہ رشتہ طون آپ اس رشتے کو ترجیح بھی  
 دیتے ہوں۔ لیکن ان سب باتوں کے موجود ہوتے ہوئے یہ کہاں سے  
 ہویدا ہوتا ہے۔ کہ اگر جناب امیرؓ نے صغر سن اور اختصا ص کا عذر  
 پیش کیا اور پھر اس پر قائم نہ رہے۔ تو عروا آپ نے جسٹ ہی بولا۔  
 ارادے فتح ہوتے ہیں۔ خواہشات پروری نہیں ہوتیں۔ بتقدائے  
 محبت حیزد کی اہلیت اور رنگ میں نظر آتی ہے۔ اگر یہ سب قطعی طور  
 جناب ابوالحسنؓ رضی اللہ عنہ سے تھا ہر جہوں تو انہیں جھوٹ پر محمول کیوں کیا جائے ا  
**وقتِ صغر کیوں گھٹاتے ہو** بہ شہد میں ایوان ملتے ہو  
 دوسرا گروہ روافض ان اصحاب پر مشتمل ہے۔ جو نکاح کا مقرر تو ضرور ہے  
 لیکن اس مقصد کو معدوم کرنے کے لئے جو اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس کی توجہات  
 پر مبنی ہوتا ہے۔ اور حسب ذیل تاویلات سے اپنی دیکھی کا سامان پیدا کرتا ہے



**اول سیدہ معصومہ کو حضرت عمرؓ نے غصب کیا۔** اس قول کی تصدیق امام جہام کے ارشاد (جو اول الغنیمۃ غصبناہ) سے ہوتی ہے۔ اور جن کی تائید مزید سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اور علامہ شوشتری کی تفسیر سچاوت سے ہدایت دہشہ طور پر بیان ہے کہ حضرت امیرؓ نے یہ شہادت و حدیث خداوندی جن کی ہر ذکر اول ہو چکا ہے خداوندی اختیار کی۔ کیونکہ یہ مقدور ہو چکا تھا۔ اللہ جل جلالہ نے رسول مقبول صلعم کو اس کی خبر دیدی تھی۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ سے اسے اقرار لے لیا تھا کہ وہ ان مواقع پر انتہائی مضبوط کو کام میں لائیں۔ تاکہ اسلام تباہی و فساد سے بچ جائے۔ اس تائید کے بموجب نے بزرگم خود حضرت عمرؓ کو ایک نہایت شیعہ جرم کا مجرم گرداننے کی ناپاک سعی تو بیشک کی ہے۔ لیکن اس جنون عداوت میں اسے ہرگز یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس ضمن میں حضرت امیرؓ کی ذات مستودہ صفات پر کتنا مکروہ اور سفید بازہ حمل کیا گیا ہے۔ جس کی کم از کم سرور و جہان کے کلمہ گویان سے توقع نہیں ہو سکتی۔ یہ حفرات روافض ہی کو زیبا ہے کہ وہ شہر زبان سے آئندہ کرام کی بھی فصد کا رہی کریں۔ ان پر ناپاک الزام رکھیں اور پھر اسی سند سے صلے علیؓ کے غرے لگا کر فی الحقیقت ان کے زنجیروں پر تنگ پاشی کر کے اپنی شقاوت کی داد دیں۔ اس ناپاک الزام کی تردید کے لئے لایہدی ہے کہ ہم یہاں حضرت علیؓ کی ایک دورخی تصویر جو روافض نے کینچنے رکھی ہے۔ ناظرین کے سامنے پیش کریں۔ اور اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کر کے دکھ دیں کہ دشمنان اہلبیت اپنے روافض نے حضرت علیؓ کو کرم اللہ وجہہ کی کس قدر توہین کی ہے۔ اور ان کی شجاعت۔ تہور۔ بسالت۔ غیرت اور قوت کا کیا مضحکہ اڑایا ہے۔

### تصویر اول

پہلی تصویر میں جناب امیر شہید خدا۔ سرور اولیا۔ سند الاعلیٰ سید اولیاء۔ امام المشارق والمغرب کی شان میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ وہ

علی جنہوں نے کعبہ میں ولادت پائی۔ وہ علی جنہوں نے گہوارہ میں اژدہ لا جیل۔ وہ علی جنہوں نے یحییٰ بن مریم کی کفرو دین میں طوق کیا۔ وہ علی جن کی کفر سوز تیغ نے پناہ کے اسلام کو اس دنیا میں قائم کیا۔ شیخ دین رسول اللہ صلعم سے جہان میں آجلا کر لے والے۔ عمرو و مرحب کو چیلے والے۔ خیر کرکھاٹنے والے۔ دشمنوں کو ایک نگاہ سے ہلاک اور کف و عرب و عجم کو لرزہ بر اندام کر نیوالے۔ ہزار ہا جنوں کو دو کستی میں زیر و زبر کر نیوالے (فتحا کی مرقفوی صفت وغیرہ) و اما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں کے والد بزرگوار۔ رسول صلعم کے برادر نامدار مظہر علیؓ نے غواص۔ وہ علیؓ رہے کہ وہ جن کی آواز اور برکت جن کا چاہک ہے۔ وہ علی جن سے خدا کر کے باعث البراء بشر حد پیچیدہ حضرت آدمؑ جنت سے نکلنے گئے (جہات القلوب جلد اول صفت دینی) یونس علیہ السلام شکم مایہ میں گھرے حضرت یوسف چاہ کنعان میں مجبوس ہوئے۔ حضرت ایوب بیماری میں مبتلا ہوئے۔ جن کے طفیل حضرت موسیٰؑ نے رد و میل سے سلامتی حاصل کی نوحؑ کی کشتی اٹاک پر پہنچی جن کے مدد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ گھزار ہوئی۔ وہ علیؓ رہے جن کا گہوارہ ملائکہ ہلاتے رہے۔ وہ علیؓ فاجن کے لئے خدا نے آسمان سے ذوالفقار آگاری۔ وہ علیؓ رہے جو قسیم النار والجد تھے۔ وہ علیؓ جن کی ذات قدرت خدا کی نشانی اور جن کا وجود عظمت و جلال الہی کا نمونہ تھا وہ علیؓ رہے جن کا اتھ خدا کا لٹھ اور جن کا نفس نفس رسول صلعم تھا بلکہ وہ علیؓ جس نے کونین کو ایجا د کیا۔ خیمہ گردوں کو بے چوب دستوں کھڑا کیا۔ روحوں کا قابض۔ اجساد کا قاتی۔ رسولوں کا نامہ اور فرشتوں کا استاذ بنادلفاکی مرتضوی صفت) لیکن بایشہاد و محافت و کمالات ظاہری و باطنی اللہ پاک کی شان بے نیازی دیکھئے کہ ایک شخص (عمر بن الخطابؓ) جس نے بارہا حضرت امیرؓ کے سامنے اپنے عجز و انکسار کا اعتراف کیا ہر وہ شخص جو پھر وہ حضرت علیؓ کی زیارت کے لرزہ بر اندام رہا ہو۔ وہ شخص جس نے کئی دفعہ اللہ و رسول کا واسطہ دیکر شیعہ خدا سے اپنی جان بچائی ہو۔ وہ شخص جو حضرت امیرؓ کے خوف سے چھپتا پھرا اور صحابہ رسول کی شفاعت کا طلبگار ہوا ہو۔ ہر مصلحت و غیر



وہی شخص حضرت امیر کی رو کی غصب کرے۔ اسے چھ سال تک اپنے ان رو کے رکھے۔ اور اس سے اولاد بھی پیدا کرے۔ لیکن حضرت امیر کو یہ تدرت حاصل نہ ہو کہ اپنے بزرگوار کو اس کے غلبہ کے پتھر سے غلبی دلاویں۔ وہ ذو الفقار جو حضرت عباسؓ کے پرانا لڑکے کے ساتھ ہیں نیام سے ٹپ کر رکھ لیں تھی۔ اس واقعہ سے ذرا غریبی جنبش نہ کیا۔ وہ قوت جس نے حیرانگی کے پرکاشے اور حضرت جبر کو دو ٹوک سے کہا تھا (افشاں مرتضوی ص ۳۲) اس قدر مغلوب ہوئے کہ اس کا عدم وجود برابر ہو گیا۔ وہ کراہت جس نے دنیا کو غیبت کر رکھا تھا خود تصویر حیران بنی حضرت امیر کی وہ قہر رسول جس کے شہرہ چار انگ عالم میں تھا۔ اولاد رسول نام کھٹوم کے کچے کام نہ آئی۔ آخر یہ تمام کمالات کس دن کے لئے حضرت امیرؓ کے اٹھارے تھے۔ اور اس سے زیادہ نازک وقت ان کی غیبت و امتحان کا اور کون تھا؟ یہ معاملہ تو تنگ و ناموس کا تھا جس پر ادنیٰ لڑائی سے آدمی بھی مائل بہ جدال و قتال ہو جاتے ہیں لیکن بقول رد افعل ایسے تنگ و ناموس کے معاملات میں ایک حضرت علیؓ کی ہستی تھی جو کبھی متاثر نہ ہوتی ہم یہ بھی بقول رد افعل فرمائیے کہ اگر دینیت رسول صلعم نے حضرت علیؓ کو بیدست و پا نہ کر دیا ہوتا تو وہ ضرور جوہر ذو الفقار دکھاتے اور دنیا پر واضح کر دیتے کہ ان پرست جانواریے کیسے ہوتے ہیں لیکن کیا حضرت حسن مجتبیٰ اور حضرت حسینؓ شہید کر ہا کی جوانی۔ حجت دینی اور غیرت نسب بھی اس بات کی تقاضی نہ تھی کہ وہ شمشیر بکف ہو جاتے اور اپنی ہمیشہ عزیزہ کی عصمت پر حزن نہ آنے دیتے اور حضرت ام کلثومؓ رہنا کو غلبی دلا کر حضرت خاتون قیامت کی روج کو خوش اور شیرگی کا حق ادا فرماتے۔ یا کیا تمام نبواۃ

لے جناب ہوں یہ لدا علیؓ کے لئے انہیں رد افعل عام سلام میں کی ایک کتابا مایہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنے تیس سال خلافت میں حضرت عباسؓ کے گھر کے نیچے سے گذرے تھے پر انہوں نے جھپٹیں لگے کوٹ پر پڑیں حضرت علیؓ نے اسے اکٹھا دیا حضرت عباسؓ نے اس سے شکایت کی آپ موقع پر ذو الفقار سے بچے بچے اور پناہ بھر گویا۔ اور فرمایا کہ قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین مجھ سے جھڑپیں پیش آئیں تو سب کو قتل کر دوں گا۔

سناؤ اللہ اس قدر آبرو یافتہ ہو چکے تھے کہ انہوں نے اس واقعہ پر ضعیف سی حد تک احتجاج بھی بلند نہ کی۔ اگر حقیقت حال یہ ہے۔ تو میں سمجھ لینا چاہئے کہ نبوۃ انتم کی عزت و شرافت۔ غیرت۔ جمیعت اور اسلام کی تمام داستانیں ایک طلسم پر خراب ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام رد افعل کے چوڑے ہونے کے لئے لخواہ مجبور ہوا کرتا ہے و مفریات ہیں۔ اور جی یہی ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ نکاح بہ طیب خاطر کیا اور حضرت عمرؓ کی محبت کو بقول حضرت رسول صلعم جزا جان خیال کیا ہے

### تصویر دوم

دوسری تصویر جو رد افعل نے حضرت علیؓ کی کشتی سے وہ ہے کہ وہ تمام عمر مغلوب و مقہور رہے۔ اور اگر رسول خدا صلعم ان کی مخالفت و مہمانت نظر کرتے تو وہ کبھی کے شہید ہو جاتے یا خدا جانے کیا مصیبت آتی۔ ان کی دشمنی اس قدر عام تھی کہ جناب رسالتا صلعم کے واصل حق ہوتے ہی تمام مسلمان ان سے برگشتہ ہو گئے۔ اور انہیں سوائے خانہ نشینی اور صل قرآن گم کر دینے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ و جلاوالعیون ص ۱۸۱ یہ حضرت علیؓ زندہ ہیں کہ جنہیں رسول خدا صلعم نے بمقام غدیر خم خلافت بلا فصل نامزد فرمایا لیکن رسول صلعم کے بعد تین آدمیوں کے سوا کسی شخص نے بھی اس کی تصدیق نہ کی۔ (جلاوالعیون ص ۱۸۱) یہ حضرت علیؓ زندہ ہیں کہ جنہوں نے حصول خلافت کے لئے اپنی بی بی حضرت خاتون قیامت کو ایک دراز گوش (گدھے) پر سوار کیا اور ہر صبح صبحی کے دروازے پر بیٹھے۔ اور طلب بدو ہوئے۔ لیکن کوئی بھی ان کی مواسات کو نہ اٹھا دینیت حیدر یہ ہے حضرت علیؓ زندہ ہیں کہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر سب بازار گھسیٹ گئے۔ اور ان سے یہ جبر بیعت لی گئی۔ اور انہوں نے تسلیم خم کیا۔ جلاوالعیون ص ۱۸۱ و صولت حیدر یہ حضرت علیؓ وہ ہیں جن کی وفات بالذات بی بی کو کوڑے سے پیشا گیا۔ اور یہ بدلہ نہ لے سکے۔ ان کی بی بی کے شکم مبارک پر دروازہ گرایا گیا لیکن یہ اسے نہ روک سکے۔ ان کا اسقاط حمل ہوا لیکن یہ خاموش رہا۔ ان کا بیٹا حضرت محسن شہید ہوا پر انہوں نے کوئی انتقام نہ لیا



یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے قرآن کو بارہ بارہ جوتے دیکھا لیکن کچھ نہ کیا۔  
 یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے رسولِ مسلم کی آنت کو گساری میں مبتلا پایا لیکن  
 ہدایت نہ کی۔ یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے دین میں رخنہ افرازی دیکھی  
 لیکن اصلاح پر توجہ نہ کی۔ یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے کفر کو از سر نو  
 انجرتے مشاہدہ کیا لیکن اسے نہ دیا۔ یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے دین  
 میں بدعات کی دوزخوں میں ترل رکھی لیکن کسی کو نہ ٹوکا۔ ۱۱ اصول کافی کتاب الحجۃ  
 یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جن کے سانسے شہرہوں سے عورتیں چھین لی گئیں۔ اور رسولِ مسلم  
 کی لٹا کردہ معافیاں ضبط کر لی گئیں۔ گھوڑے اپنے ہمہ خلقت میں حقداروں  
 کو داپس نہ دلائے۔ کتاب الروضۃ کافی ص ۱۱۱) یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنکی  
 بی بی جو بے بند و بکر گوشت رسولِ مسلم تھی انتہائی منظم برداشت کرنے کے بعد اپنے  
 خاوندِ حضرت امیرؑ سے بقول ملا باقر مجلسی اس ورثی سے مخاطب  
 ہوئیں یہ کہ مثل اس جبین کے جو کہ رحم میں ہو پر وہ نشین ہوئے ہو۔  
 اور خاتونوں کی مانند گھوڑوں بھاگ آئے ہو بعد اس کے کہ زمانہ کے دلیروں  
 کو خاک پاک پر گر آیا ہے۔ مانند نارودوں کے مغلوب ہوئے ہو۔ یہ ابو قحافہ ظلم و  
 جبر سے میرے باپ کے جہد و عطا اور میرے فرزندوں کی معیشت مجھے سے چھینا  
 ہے۔ اور آواز بلند مجھ سے نفی صمد کرتا ہے۔ انصاف میری یاری نہیں کرتے ہمارے  
 کنارہ کرتے ہیں۔ تمام لوگوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں۔ میں نہ کوئی فتح کر سکا  
 نہ کبھی چوں نہ منہ نہ کر سکا۔ نہ مدد نہ کر سکا نہ شفقت نہ کر سکا۔ میں گھبرے شمشاد  
 باہر آئی۔ اور غمناک پھرائی۔ تم نے اسی دن اپنے کو قریل کیا جس دن کہ اپنی  
 سطوت سے دست بردار ہوئے یہ گرگ یہ شکر دکر سنے اور بچاتے ہیں۔ اور تم اپنی  
 جگہ سے حرکت نہیں کرتے۔ کما مش میں اس ذلت و خواری کے پہلے مر گئی ہوئی۔  
 مجھ پر دئے ہو کہ وہ بزرگوار مر گیا جو ہر صبح و شام میرا محلِ اعلا تھا۔ میرا  
 یا ورسبت ہو گیا۔ میری شکایت میرے باپ کی طرف اور میرا صمد میرے  
 پروردگار کے سامنے ہے۔ خداوندِ انیرا حمل و قوت سبھوں سے زیادہ اور قہرا  
 عذاب و نکال سبھوں سے شدید تر ہے۔ ترجمہ حق البیقین ص ۲۵۳

یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جن کی لالی کو اپنے گھر میں بغلاف والدہ بزرگوار خود ہی بھر کر  
 اٹھ دیا گیا۔ اور وہ دلی کی بھڑاس نکالنے کیلئے بیرون شہر مقام کرنے پر مجبور ہوئے۔  
 (تاریخ الامم و الملک) لیکن وہ سوائے تعین صبر کے اور کوئی مدد مان نہ کر سکے۔ اگر حضرت  
 علیؑ رحمہ اللہ روافض اسی قدر بے بس نہ دیکھیں تھے جیسا کہ بیان محمد باقر علیہ السلام  
 کرتا ہے تو حقیقت ہے ایسے عقیدہ پروردگسوس ہے ان خیالات پر۔ اس بے بسی کی  
 حالت میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کا ایک فرض واجب تھا اور وہ یہ کہ  
 وہ ہجرت کر کے مدینہ سے نکلیں تھے اور دم بھر کے لئے بھی دلوں نہ ٹھہرتے  
 جعفر بن ابیوسی ایش بنی نضیب نے بر غلات اپنے جمہور کے لئے اشتہار محبت جعفر بنی  
 وغیرہ میں دھڑلے کیا ہے کہ وہ موجودہ قرآن کو مانتے ہیں۔ یہ ایک نہایت مبارک  
 اعلان ہے۔ اور اس سے ہم اسی صحیفہ ربانی سے ان پر حجت لاتے ہیں۔ اللہ  
 تبارک و تعالیٰ اپنے کلام مجبور نظام میں ارشاد فرماتا ہے۔ ان الذین یوقھم  
 اللہ الذلۃ قالوا فی انفسہم قالوا فیہم کنتہ قالوا کنا مستضعفین فی  
 ارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتنہا جبر و فیہا فاولئک  
 ما و اھم جھنم و سئات مصیبا الا المستضعفین من الرجال  
 والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیل  
 یعنی جو لوگ اپنے اوپر آپ ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روئیں قبض کرتے  
 ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس دین میں تھے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس ملک  
 میں گھروار اور عاجز تھے۔ تو فرشتے جناب میں کہتے ہیں کہ کیا زمین اللہ کی اتنی فراخ  
 نہ تھی کہ تم ہجرت کر کے کہیں اور چلے جاتے۔ ان لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بری  
 جگہ ہے۔ یوں مگر کثرت و مرد عورتیں اور بچے جو تدبیر سے بے خبر ہیں اور انہیں  
 کوئی راہ نظر نہیں آتی لیکن تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جناب علیؑ المرتضیٰ  
 نے مدینہ سے ہجرت کا کبھی ارادہ نہیں فرمایا بلکہ برعکس اس کے وہ شہین اور  
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ ثلاثت میں تقریباً ۲۵ سال تک چھینے  
 میں ہی مقیم رہے اور خلفائے عظام کے یار و مددگار اور دست و پاؤں رہے۔ یہی  
 بیت المال سے نکالا آؤدہ لیتے تھے اور ایک پیرا من طریقے سے زندگی بسر کی۔ یہ



روانغی ہی کو زیبا ہے کہ وہ جناب امیر کو مخالف قرآن ثابت کر چکی ناپاک  
کوششیں کرتے رہے ہیں۔

## دوم۔ یہ نکاح حضرت عباسؓ نے زہری کیا

سید مرتضیٰ کتاب تفسیرہ الانبیاء میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابیہؓ نے اپنی بیٹی کا  
نکاح ساتھ طرکے منظور نہیں کیا۔ مگر بعد اس کے کہ عمرؓ نے ان کو دیکھا اور دیکھا کہ بچا  
جب حضرت عباسؓ نے دیکھا کہ عقدہ و نسا و ہوا چاہتا ہے۔ تب حضرت امیرؓ سے اس  
کام کو لینے اختیار میں لیلیا اور ام کلثومؓ کا نکاح ساتھ طرکے کر دیا۔ اور یہ سہیلان  
کر چکے ہیں کہ شرع میں ہرگز منوع نہیں ہے۔ کہ بچہ و اکراہ لڑکی کا نکاح اس شخص  
سے کر دیا جائے جس کے ساتھ حالت اختیار میں جا کر نہوتا خصوصاً عورتیں آدی  
کے ساتھ کہ وہ اسلام بھی ظاہر کرتا تھا اور تمام شریعت کا پابند تھا۔

مراد حیدر میں مرقوم ہے کہ اگر تم تک ام کلثومؓ یا اختیار حضرت امیرؓ واقع رشد  
القول۔ بالضرر اگر اختیار ہم باشد عقل اس مانع ہے دائرہ نکاح یا باطنین جائز باشد  
بلکہ عقل بخیر میکند کہ حضرت حق تعالیٰ مباح سازد و ہرے نکاح کردن را با کفار چہ قہرات  
نکاح با کفار عقلی نیست بل تباحت ظہور عقل و عقل آں و چون عقلی باشد و حالانکہ معلوم  
است کہ بغیر خدا علی اللہ علیہ وسلم و خیر خود را با کفار تزویج کردہ و ہر گاہ حقیقت حال نہیں  
باشد پس چہ قہرات است دریکہ جناب امیر علیؓ سلام تفریح نمایند و خیر خود را با کسیکہ چاہر  
سنان باشد اس قول سے نہ صرف مستدیر بحث ثابت ہوا بلکہ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عقل علم  
کی چارچند نہیں اور حضرت محمدؐ ہری طور سہل و آسان تھے ہاں کا حال بخیر خداوند و عالم کے اور کون  
جان سکتا ہے۔ مثال ان اقوال سے یہ ہوا کہ یہ نکاح بلیغ حضرت امیرؓ نہیں ہو سکتا بلکہ  
حضرت عباسؓ نے زہری کر دیا تھا جس پر حضرت علیؓ مصلحتاً خاموش رہے۔

بہر حال کچھ بھی ہو امیرؓ کے آسا فرور ہے کہ اس کے وقوع کی صحت میں کوئی شبہ نہیں  
ہے حضرت عباسؓ نے جن پر اس نکاح کا بار قاضی کی کوشش کی گئی ہے نہایت ہی جلیل القدر اور  
موقر صحابی تھے وہ دشت میں رسول مقبولؐ امیرؓ اور حضرت علیؓ کے چچا تھے اور حضرت امیرؓ  
قوانی بنسرتہ والد بزرگوار کے تعلیم و تدریس کرتے تھے انہوں نے اسلام کی سفود و شادمانی

دیں۔ یوم القدر کے دن وہ رسول مقبولؐ کی رکاب میں تھے۔ اور حضورؐ نے انکو انکا کلمہ  
پایا چنانچہ وہ اسی عہد پر حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک قائم رہے وہ ایک نسخہ الامتداد  
برسج اور کچے اماندار تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کا اسم مبارک آج تک ہر خطبہ کو پڑھیں  
کر رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ کا یہ فعل تین نوع سے ہو سکتا ہے۔ اول وہ حضرت امیرؓ کی طرف سے  
وکیل اور نمائندہ تھے۔ ثانیاً۔ انہوں نے حضرت امیرؓ کو اس نکاح پر مجبور کیا۔ اور ثالثاً انہوں نے  
بلا امتحان اور مستعد اب حضرت امیرؓ یہ نکاح کر دیا۔

شق اول اگر کو تسلیم کر لیا جائے تو حضرت عباسؓ میں کیا یہ فعل خود حضرت امیرؓ کا ہے  
کیونکہ شہر اور عرفا فعل وکیل یا مختار خود موکل کا فعل ہوتا کرتا ہے۔ مگر یہ نکاح حضرت  
امیرؓ کی اجازت سے ہوا اور وہ اس سے بے خبر نہ تھے۔

شق دوم میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ نے ہر دو پر اعتراض وارد ہوتا ہے لہذا ذکر  
ہو گیا کہ جب حضرت علیؓ زہری نہ تھے تو کیوں انہوں نے حضرت علیؓ کی تمنا کو رد کر کے  
کیونکہ اس قدر کوشش کی کہ توہین اہلیت کے سنگین جرم کے مرتکب نہ ہوں۔ اور حضرت علیؓ  
پر جب یہ امر زہری کی طرح واضح تھا کہ حضرت علیؓ باطل نقل کہ کفر ناشد فاسق و فاجر تھے  
اور انہیں علم تھا کہ حضرت عمرؓ غصب فکر خلافت باسقاط حمل و احراق و زنا ظلمہ جیسے شدید  
جرائم کے بانی نہ تھے تو وہ کس بہت و حوصلہ سے باسرا حضرت عباسؓ میں اس امر پر ہاضمی  
ہو گئے۔ کہ اپنی جگہ گوشہ خاں قیادت کی لاؤلی اور رسول مقبولؐ کی معصومہ نواسی کا جسے  
رسولؐ نے اپنی بیٹی کہا ہو ایسے شخص سے نکاح کر کے سیدۃ النساء اور سرور دو جہان کی شمع  
کو لیا دیں اور اسلام کے زین اصول کی جس کیلئے انہوں نے مدت العمر اپنی جان مال و متاع  
عزت و جاہ مال و اولاد بھی کچھ قربان کر رکھا تھا وہ بھر بھی پڑا نہ کریں۔ اور حضرت عباسؓ  
کی سفارش پر اتنی زہری قربانی کریں۔ حضرت امیرؓ کیلئے ایسا فعل محالات عادی سے تھا اور  
کون محسوس بھی ان کی ذات ستودہ صفات سے ہرگز ایسی توقع نہیں کر سکتا۔ اور یہی حضرت  
امیرؓ کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اس آیت قدسی سے ناواقف تھے۔ کہ الخبیثات  
الخبیثات والخبیثات والخبیثات والخبیثات والخبیثات والخبیثات  
ان محالات میں حضرت عباسؓ دم کا اس سالہ میں جبر یا منت و سجاجت کرنا ان پر بہتان  
غلیظ ہے۔ اور حضرت علیؓ کا بھی پس پردہ رہنا خلاف قیاس ہے۔



شیخ حضرت عباسؓ کا یہ کلام ان خود کو دینا بھی قرین القضا نہیں اور یہ شیخ بھی وہی ہے۔ اول حضرت عباسؓ کو اس نے اہل بیت کی سادگی کے باعث باوجود اوقات مستحکم کے جو پے درپے رسول مقبولؐ کے وصال کے بعد ظہور میں آئے حضرت عمرؓ کو ہمیشہ میں ہی عظیم کیا اور بحیثیت حضرت امام کشمور رہنے کے دادا ہونے کے انکا کلام بلا اطلاق حضرت امیرؓ کو دینا اول تو اس امر کے متعلق کوئی ایسی خبر روایت موجود نہیں کہ حضرت عباسؓ نے ایسا کیا ہو لیکن گویا بھی یہاں تک کہ حضرت عباسؓ نے یہی چیز وہی کی تو بھی حضرت امیرؓ پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو بوجہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے قیامت صغریٰ سے کم تھا مگر اس احتجاج کا جواب بھی ہند کی ۔ اور ایک مسعود کو جو ہر طرح حضرت امیرؓ کی ہمدردی کی سختی تھیں۔ ایک ملازم کے بچہ کو جسے زچہ لایا حضرت عباسؓ کی نسبت ایسا وہم ایک بچہ کو نہ مل سکا ہے۔ اور آنجناب کے فہم و فراست اور عدل و دیانت پر ایک ناپاک حملہ ہے۔

دوسرے حقائق اس سوال کی یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے دشمنی یا انتقام کے باعث حضرت امیرؓ کو نوذیل یا ذلیل کر دینے کے عزم کیا ہو اس پر ایک گروہ شیخ کا اتفاق ہے۔ اور اس جرم کی پاداش میں حضرت عباسؓ کو وہ سب و شتم کیا ہے کہ عیاذاً باللہ انجگرم عرف ان اقوال کو کتب معتبرہ شیعوں سے نقل کر کے فیصلہ اصحاب بعیدیت پر چھوڑ دیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ اس پر بحث کر کے شال گناہ ہوں جب حضرت عباسؓ کی جیسے ذوی القربا بزرگ بھی ان کی رضائے بری نہیں رہتے تو پھر کسی اور کا گولا فاعل ہے۔

تاکہ ان کے پیروں سے نہ نازا نہ ہو

### حضرت عباسؓ پر سب و شتم و افش

چنانچہ علامہ طبری احتجاج میں حضرت علیؓ کی طرف سے روایت کرتے ہیں فذهب عنی حکمت اعتضل بہم علی دین الدین اھل بیتی و بقیۃت بین حضریں قحطی الھدیٰ یجاہلیۃ عقیل و عباس۔ یعنی یہ وہ اہلیت کے وہ لوگ جاتے ہیں جنکی قوت پر خدا کے دین میں مجھے بھروسہ تھا۔ اور اب عرف و خواری و ذیل قریب زمانہ جاہلیت کے رہ گئے ہیں۔ یعنی عقیل والد حضرت مسلمؓ و عباسؓ کا یہ

اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ بقول مرقیوی دور و غبر گردن رعایا نہایت ذلیل و خوار تھے۔ اور شاید اسی وجہ سے اردو کے انتقام انہوں نے

نکاح کر دیا ہو۔ لیکن بعد از نکاح سالہا سال تک حضرت علیؓ کی خاموشی و خویشتن طبعیت حیات القلوب میں ظاہر مجسوس نکلتے ہیں۔ ابو جعفر طوسی پرند معتبر روایت کردہ از امام صادقؓ کہ فضیلہ اور عباسؓ کی زیر نادر زبرد ابو طالب و عبد اللہ بن ابی طالب عبد المطلب با اذن مقام رحلت کرد کہ عباسؓ بالان ہم رسید زہر با عبد المطلب ملائی کرد و بر فراش برآمد کہ اس کی زیر از مادر ما یا میراث رسیدہ است تو بے شخصت او با و مقابلت کردی و اس خزانہ کو ہم سید یعنی عباسؓ بندہ است۔ میں عبد المطلب کا برقریش را شیعت از و سے فرستاد کہ تا ایک زہر را منی شد کہ ویت از عباسؓ بر وارد شد کہ نہ لکڑی نہ لکڑی نہ لکڑی کہ عباسؓ و فرزندانش در مجلس کے مادر فرزندان مانت سے بائن نہ نشیند و در مجلس کے بائیں نہ نشیند شہد و کافر قریش مہر کر واد و اس نہ نہ نزد اکملہ عظیم السلام لورہ اس روایت سے صاف عیاں ہے کہ معاذا اللہ حضرت عباسؓ کی زیر نادر زبرد اور توبہ توبہ لدا الزنا تھے۔ اور بنو ہاشم کی مجال میں داخل ہونا محض نہ رکھتے تھے جسکی تحریریں سنداً کلمہ غلام کے پاس موجود تھی جو دراشا بر لبہ منتقل ہوتی تھی۔ حضرت امیرؓ کی ایسے دشمنی ص کے ساتھ میل چلی کہ نہ ہی قرین قیاس نہیں تو یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ انہوں نے سیدہ معصومہ کو غصب کر کے حضرت عمرؓ کے حوالہ کر دیا تھا۔

ما صاحب پھر اسی صحیفہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؓ فرمود کہ در حق عبد اللہ بن عباسؓ و پدرش اس آیت نازل شد میں کان فی صدۃ اعلمی فھو فی الاخوة اعلمی ہاں باپ کیساتھ بیٹے کو بھی بگینا ہے بعیت ہاں یہاں اللہ ایک طبیعت کی روانی ہے۔

گرمی بھی کلام میں لیکن ذاسقہ کی جس سے بات اس شخص شکایت فرمائی سو ہم حضرت علیؓ رہنے یہ نکاح تقیہ سے کیا۔ حضرات اثنی عشریؓ کے ان فقیر ایک کثیر الاستعمال آداب۔ جو ہر گز کسی کو سہیجائے اور ہر صداقت کو چھپانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ اس کی آڑ اور دھڑ سے سینکڑوں فلسفے وضع کئے گئے ہیں اور دہلیت شیعہ مذہب سب سے زیادہ اسی کا شرمندہ احسان ہے۔

اس نکاح کے متعلق ان شیعہ علماء کے نزدیک جو نکاح کے قائل ہیں حضرت امیرؓ کی خاموشی کا راز بھی اسی اہل تقیہ ہی میں مستور ہے جس کو استوار کر چیکے قرین و انجیا



میں ہم اسلام کو اپنی اپنی عقل و قرار سے لیا گیا ہے تاکہ ایک قدرتی سہارا بن جائے اور  
 اعتراض کو کوئی گنجائش نہ رہے۔ توفیق عظیم ہے اتفاق سے جس کے خوف کے  
 ہیں۔ اور اس سے حرف بھی مقصود تھا کہ جان کو بچانے کیلئے جب کوئی نفس ایمان  
 میں نہ آتا ہو اور کوئی ذریعہ مطلب پر آری گا نہ ہو تو دفعہ الوقتی گریہاں کے لیکن  
 بالمشاورت انہ اسکے حسوں میں بھی فرق آتا گیا۔ اور جب اس کا استدلال بقول  
 صدی خیر لڑی و دروغ مصحف آیت پر اور استقامت لکھنے کے جود ہے جس  
 سے غریب اسلام کی جملہ سخت توہین ہوتی ہے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم  
 اپنے لیے سے گرجاتی ہے۔ اگر نظر غائر و الی ملے تو معلوم ہوگا کہ یہ ہزار ہا فرقوں  
 پر مشتمل ہے جس کا رنج و پریشانی یہ یا عقل عامہ سے نہیں ہو سکتا۔ اس حیرت انگیز  
 اصول کے تحت میں تمام مکروہات و افعال حسرت ہو جاتے ہیں۔ اور اگر چہ یہ علمان  
 اسے اپنے مشائخ و زعمائے میں داخل کرنے تو اسلامی فلسفہ اخلاق تو شاید جوڑنے سے بھی نکل  
 کہا جاتا ہے کہ اس قوم میں تعلق کا استعمال سب سے پہلے ہو ڈیا تھا حضرت علیؓ نے  
 کیا کیا کیونکہ یہ لوگ اپنے علم و فلسفہ راشدین کو اس کی ضرورت لاحق نہیں ہوئی ان  
 کے ارشادات ہمیشہ ان کی نشان کے مطابق تھے جس میں کوئی مجاہد یا استعارہ نہ  
 تھا لیکن حضرت علیؓ کو بعد از وفات رسول مصلو تادم شہادت لینے  
 تیس برس اس اصول کا پابنا رہنا پڑا۔ اور اس عرصہ میں انھیں کوئی موقع ایسا  
 نہ ملا کہ وہ اپنے صحیح خیالات کی ترجمانی فرماتے۔ جب تک مسلموں کی ہدایت کیلئے  
 خلفائے راشدین موجود رہے۔ آپ ان کے خوف سے الظہار حق نہ کر سکے  
 اور جب خدا نے واحد و برتر نے انہیں آفتاب ہدایت بنایا تو پھر رعیت کے در  
 سے خاموش رہے۔ اور جو کچھ آپ نے صحابہ کرام سے بار بار کہا یا کہا آپ  
 کا منشا اس کے برعکس ہوا کرتا تھا۔ اور یہ بات صرف چند اشخاص کو ہی معلوم تھی  
 عوام اس سے محفل نابالغ تھے۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں آپ کے خلفائے  
 پچھلے کے لئے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور تو اترا آپ کی غیرت و حقیت کو  
 اگسا گیا۔ لیکن آپ نے بعد از حق غمخوشی سے واروکہ و گفتگوئے آید ہمیشہ سکوت  
 ہی فرمایا۔ آپ دیکھتے رہے کہ قوم آوارہ ہو کر احکام خدا اور رسول کی خلاف ورزی کر رہی

وہ جسے مسلمان ہر رسول مکرم کا تم کیا تھا تب تک یہ خود ہوا ہے اور عقل اسلام خود فراموش ہو گیا  
 حرص و آز کی یاد کو ہم سے مرتقا رہا ہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جن کا بھی پاک کلمہ بھی  
 انہا خدا سلمان ہر خطہ مغرب ہوئے ہیں لیکن اس عالمگیر تباہی کا شہادہ کرتے ہوئے  
 ہی حضرت امیر نے تہذیب کو حالت اختیار کر دیا ہے اختیار ہی میں بخش اپنی واحد زندگی گنیا طراقت  
 سے نہوا۔ اور طبعی و فجور کا بازار گرم ہونے لگا۔ وہ عظیم الشان شجاعت۔ بہادری و  
 اور باوجود میں نامزد کردہ ہر اسلامی محفل اور عقل کی جان ہے۔ خدا و رسول اور امام کے کچھ کام  
 نہ کیا اور نہ ہی کلمہ حق آپ کی زبان سے ادا ہو کر عام مسلمانوں کے لئے باعث نجات  
 و تشرک ہوا۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ تصویر جو حضرت امیر کے تہذیب کا بقول علامہ شیعہ صحیح متع  
 ہے۔ آپ کی طبیعت یا ذمہ۔ آپ کا تعصیب ہے یا جو مرتجع۔ یہی حضرت امیر کی لاشانی  
 قربانیاں اور خدمات اسلامیوں سے اسی بدلتی سنوار تھیں

لے مدعی دین خدا شرم شرم شرم  
 یہ الشہداء حضرت حسینؓ کے تہذیب منہ مورا۔ اور میدان کر بلا میں اسکی جڑ اٹھا ڈالی  
 جس کے انوس میں روضہ آجنگ سر پڑتے ہیں  
 ہمیں تامل ہی سے محسوس ہوئے ہست  
 کہ از شفقت آن جز بزرگ نتوانست  
 لیکن اس واقعہ پر شرم کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ آنکہ عظام کو پھیر ہی چا اور خدا بھی  
 ہے۔ جو برابر وراثت مستقل ہو کر یا زہم امام تک متبادل ہی نہ ہو جس امام نے  
 تو ایسا تہذیب کیا کہ دین و قرآن چھپانا تو الگ رہا۔ خود بھی چھپ گئے۔ کیا اسلام  
 کے امام اور پیشوا معاذ اللہ ہی اخلاق رکھتے تھے۔ کہ بھول کر بھی کلمہ حق زبان  
 پر نہ لائیں اور دروغ و غلو کو استغوا اللہ اپنا شعار نہ بنالیں۔ ان کے ظاہر و باطن میں  
 زمین و آسمان کا فرق ہو مہر و یکر کے رواج پر سکوت فرمائیں اور اسلام کی بچکنی سے  
 قور بھی بچیں نہ ہوں۔ اگر اسی طرح ہوتا تو سید الشہداء ہرگز میدان کر بلا میں نہ لے  
 مصائب برداشت نہ فرماتے۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان کا تفکر و تدبیر  
 دینی عظیم الشان تھا تہذیب کے راز سے بھی نابالغ تھے حضرت علیؓ کی اتباع پر زیادہ  
 قدرت رکھتے تھے لیکن انہیں اسلام عزیز تھا اور محبت ایمان کے معاملے سب کچھ  
 انہوں نے دوست اسلام کو فدا نہ فرمایا بلکہ اسکی صداقت میں چار جانیں گھسائیں۔ آخر



انہیں کیا مقصود تھا کہ انہوں نے تقیہ نہ کیا۔ بڑی علیحدگی بیت دنیاوی عیش و آرام کی کلید تھی۔ حکومت۔ دولت۔ احترام بھی کچھ اس میں موجود تھا۔ کیا حضرت امیر کی حق شناسی اور قوت اطہار حق سے کم از کم ہم یہ توقع نہیں کر سکتے؟

مطالعہ خدا و اللہ صاف کو کام میں آئیں۔ اور حضرت امیر کے اوصاف ستودہ کو نظر رکھتے ہوئے اس الزام پر غور فرمائیں حضرت امیر نے شاید اس موقعہ کیسے فرمایا ہے کہ وہ انسانی کا خدا اور انسانی شیون کا لوگ اس طرح کے اچھوتوں کو بلکہ ہمیں ہم پروردگار روایات کتب الہیہ سے پیش کر سکتے ہیں کہ نہ تو حضرت علیؑ کو ان کا خون تھا ورنہ ہی ان کی عزت و ناموس محض خطر میں تھی۔ تو پھر تقیہ کرنا حضرت علیؑ کو ان کے کام پر ایک بے بنیاد الزام ہے۔

### چہارم۔ وصیت رسول صلعم و سیر علیؑ جب وصیت بنی

جب تقیہ غصب اور اگرانہ و اجبار سے مطلب برآری نہ ہوئی تو ایک نیا فقرہ تراشا کہ اگر رسول صلعم وصیت نہ فرمائے ہوتے تو شان حیدری ضرور آشکارا ہوتی اور حضرت امیر اس معاملے پر اظہارِ رفاقتی نہ فرماتے چنانچہ قاضی نور اللہ اپنی مشہور کتاب مصنفات میں لکھتے ہیں۔ علیؑ گفت مرا برچہ امیر سبکتی آنحضرت فرمود صبر کن تا درم رجوع کنند سوئے تو از دوسے طرف پس آں هنگام کہ مال با ناگشتین و قاسطین و مارتین دیا احد سے منازعت کن تا خود را بدست خود و تہلکہ بندازی و در دم از لطف و شفقت برگردند پس علیؑ السلام حافظ وصیت رسول بود بواسطہ حفظ دین تا مردم بہ چاہت برنگردند و چون عمر خواستگار ری ام کلثوم نمود علیؑ متفکر شد و گفت۔ اگر ملائح شوم و قصد نکاح من کند و ممانعت کنم اورا از نفس خود بیرون روم از امانت رسول و خالق ویت کو کیم خدا صمد اس مبادرت کا یہ ہے کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی کہ خلفائے راشدین کے بعد میں میرا جگہ دار رہا ہے کچھ بھی ہو وہ نہ مارنا چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے سیدہ معدہ کو غصب کیا تو حضرت علیؑ بطور حافظہ وصیت رسول خاموش رہے۔ اسی طرح عبارت آرا لایا کرتے ہوئے آگے بلکہ قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ پس حکم بر خلاف رسول اعظم است نزد حق تعالیٰ از اعتقاد پھر از فرج از زمان مومنہ چہ جائے فرج واحد۔

یعنی خدا و رسول سے غلام کرنا مومنہ عورتوں کی ہزار شہینگی ہوں گے چھین لینے سے بھی بڑا ہے۔ ایک خبر گاہ کا کہ ذکر زبان کی پاکیزگی کی توجہ طلب ہے۔ اور اسی کا نام حب الہیت ہے۔ کیا کوئی شخص ایک لمحہ کیلئے بھی باور کر سکتا ہے کہ پکارا پاک نبیؐ نے جو تمام عمر تبلیغ حق کیلئے گونا گونہ مصائب برداشت کرتے تھے حضرت امیر کو فخر و خداوند الہی انور و صیت کی ہوگی کہ اسے علیؑ اگر تمہارا حق غصب ہو گیا تھا تمہارا گھر تباہ دیا جائے تمہاری لڑکی غصب ہو۔ قرآن میں تحویل ہو۔ میری سنت میں تقیر آجائے۔ مسلمانوں پر ظلم ہو۔ ان کا دین تباہ ہو جائے۔ لیکن آپ ہرگز چوں و چرا نہ کریں۔ اور جادو مہر پر قائم رہیں۔ کیا ایک برگزیدہ نبی ایسے کلمات زبان پر لا سکتا ہے۔ اور کیا وہ خدا سے واحد سے اپنی مقام کی اشاعت کیلئے بیعت ہوئے تھے۔

منصفی دنیا سے ساری اٹھ گئی مومنو! ایمان داری اٹھ گئی  
دشمنی پر جو تھے مفتون تم دل سے رحم و دستداری اٹھ گئی

### وجوہات الزکار و انقضائے نکاح ام کلثومؑ

روافض جو اپنی بد بختی سے اس نکاح کا انکار کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نکاح کے اثبات سے تین فوائد عظیمہ حاصل ہوتے ہیں۔ جو ان کے مغربی گھونٹے کو طرفہ العین میں منہدم کر دیتے ہیں۔ اور بنف و رافض کے زقوم کا جس کو خالی روافض نے مکروہ کذب بیانی کی آمیزاری سے سرسبز و شاواہ کر رکھا ہے۔ استیعاب کرتے ہیں۔ انہی فوائد کو مسترد کر کے کیلئے روافض ایڑی پھونکی کا زور لگاتے ہیں۔ کہ یہ نکاح ثابت نہ ہونے پائے کیونکہ اگر اس نکاح کو صحیح تسلیم کریں گے تو (اول) اس سے بڑھکر اور کونسی دلیل قوی صحابہ کرام اور جناب امیرؑ کی باہمی محبت و اخوت کی ہو سکتی ہے۔ وہ نہ صرف ایک دوسرے کے دین کے شریک تھے بلکہ اہل عزت۔ ننگ و ناموس۔ غیرت و غمناک سبھی کے مشترک تھا اور نہ تیرت نام کو بھی نہ تھی۔ ورنہ یہ کب ممکن تھا کہ حضرت امیرؑ حبیب فیور اور شجاع یہ گوارا کرتا کہ اسکی پیاری بیٹی کا نکاح ایک ایسے شخص سے ہو جو اسلام



غارت اور شوق بالحد سربا آلودہ نصیبان ہو۔ اور یہ تقدیر و نصیب و غیرہ صریحاً  
 و خرافات پر کاربند ہو کر بائیں چپ سادہ سے۔ و سادہ فائدہ پہنچے کہ اس  
 ازدواج مبارک نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ اور ان  
 قیامت کو کچھ بھی نسخ و طلل نہ تھا۔ وہ جس شخص سے اور جو جس سے نہ تھا  
 نے خود مشہور کر رکھا تھا۔ اور جس سے دین حق کا مفکر اڑایا جا رہا ہے کسی نیکو  
 یا تحقیق پر اعتماد نہیں رکھتے۔ بلکہ انکی غایت عرفی یہی ہے۔ کہ اسلام کی ایک  
 بڑی تصویر نیا کے ساتھ پیش کی جائے۔ جس سے لوگوں کو نفرت و حقارت  
 پیدا ہو۔ قانون قیامت نے بقول روافض اگر حضرت عمرؓ سے خدا کرم و اقبال  
 فرمایا ہوتا اور یہ درپے وہ مہرے برداشت کئے ہوتے جن کا ذکر علامہ  
 باقر مجلسی اور کافی نور اللہ شومتری جیسے علماء و روافض مدت اللہ کر کے لوگوں  
 کو پہنکاتے رہتے ہیں۔ تو یہ بھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ حضرت علیؓ جگر گوشہ رسولؐ  
 کی روح کو اس قدر ایذا دیتے۔ اور نہ ہی جو جان جنات اپنے حضرت حسینؓ  
 سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ اسے برا عینان برداشت کر کے خاموش  
 رہتے۔ یہ دایہ ہی تھا ہی تھے دشمنان اہلبیت نے صرف اسے گھڑ رکھے ہیں  
 کہ ان کی جس طرح بھی ممکن ہو سکے تو ہین کی جا سکے۔ سو یہ نکاح یہ بھی  
 ثابت کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی بابت امیرؓ کے نزدیک نہایت اہمیتی  
 پر ہیز گار اور کمال الایمان تھے۔ سادہ ان کی نیکوئی میں کچھ کام نہ تھا۔ ایک  
 عام آدمی جو سربا آلودہ فتنہ و فحش ہی کیوں نہ ہو اپنے بچوں کے رشتے نامہ کے  
 لئے ایسے آدمیوں کی خواہش کرتا ہے۔ جو اولاد اس سے ہر طرح اچھے ہوں  
 جب فطرت انسانی کا یہ تقاضا ہے تو اس طرح حضرت علیؓ کی نسبت گمان ہو سکتا  
 ہے کہ وہ اپنی اہل و عیال کو نظر قانون قیامت کو کسی ایسے شخص کے چلنے کو دیں  
 جو ایمان سے بدالشتہ ترین کے نام پر ہو۔ حضرت امیرؓ بقول روافض علم ماکان  
 و مکیوں سے بہرہ ور تھے اور انہیں اس بات کا علم تھا کہ ان کی دامادی کا فخر حاصل  
 کر کے اسے حضرت عمرؓ سے بہتر اور کوئی دوسرا نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ  
 انوں نے یہ نکاح یہ طیب خاطر کر دیا۔ لیکن تبرا ہو بعض وحسد کا کہ اس نے

### التماس

روافض کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ اور اس عقیدہ شیعہ کی استواری کے  
 لئے انہوں نے اس قدر دروغ بیان کیے کام لیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ حضرت عمرؓ  
 کی ان جہانناستہ بیہودہ سے بریت کے لئے یہ ازدواج ایک تائید ملی ہے  
 جو روافض کیسے بطور تمام حجت ہے۔ کہ نہیں جانتے کہ حضرات روافض اس  
 نکاح کو تسلیم کرنے میں کیوں اس قدر پس و پیش فرما رہے ہیں جبکہ یہ خوشگوار  
 تعلقات آئمہ عظام اور صحابہ کرام کی اولاد و اولاد میں بھی مدت تک جاری رہے  
 اور جن کا مفصل ذکر ہم رسالہ فقہ مذکور میں یہ دفاتر بیان کر چکے ہیں۔ جن کو  
 روافض نے خاموشی سے نکاح ام کلثومؓ کی طرح تسلیم کر لیا ہے۔ کیا ہم امید  
 رکھیں کہ وہ صحابہ کرام سے بغض رکھنے کے لئے اسے جلد توہ کر کے نور ایمان  
 حائل کرنے کی کوشش کر دیتے ہ

یہ چند اوراق ہم ناظرین کرام کے سامنے پیش کر کے فقی ہیں کہ وہ بہ نظر فائز ان کا  
 مطالعہ کر کے خود ہی انصاف فرمائیں کہ روافض جو اس نکاح کے منکر ہیں کہا تک  
 حق بجانب ہیں۔ اور اپنے انکار سے اسلام کی قرن اول کی چمکتی ہوئی تصویر  
 پر کس طرح خاک ڈالنے کی کورہ کوشش کر رہے ہیں۔ تو صوب سے اگر بعض  
 آید کہ یہ صمیم و عقیقہ لایموت و حیات۔ کوئی شخص بدیہات کا انکار کرے  
 تو یہ ایک ایسا مرض ہے جو لا دوا ہے۔ جس سے نجات ممکن ہی نہیں۔ لیکن وہ شخص  
 جس کو سب ادویہ من سے طبع سلیم اور حق و باطل میں تمیز کا ناکہ عطا ہوا ہے وہ جان  
 لے گا کہ دشمنان اسلام کی لایینی خرافات اس قابل ہیں کہ انہیں پائے استحقاق  
 سے شکرا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کی لائینی زندگی دنیا پر عیاں ہے۔ انیار تک  
 ان کی صداقت۔ ایمان۔ اور عظمت کا لوہا مان چکے ہیں۔ لاکھوں چشمہ  
 بدین و نکتہ چین ان کی مدین زندگی کے سامنے خیر ہو چکی ہیں۔ اسلام پر  
 حضرت عمرؓ کے لاکھوں احسان ہیں۔ اور اگر روافض ان کا اعتراف نہ کریں بلکہ  
 سوداوی سے پیش آئیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا کفران نعمت ہو گی



## حساب اصل باقی

اخیر ماہ جولائی تک پیش کیے گئے تھے۔ ماہ اگست میں صحت وصول اور  
لاٹری کے برائے سالہ عشرہ غیر فریج ہوئے۔ میں تاخیر گزشتہ ۱۹۲۵ء کے لیے بہت  
پر ہی۔ سالہ ہوا کے اخراجات ماہ ستمبر کے حساب میں محاسب ہوں گے۔

غلام مستنیر نامی خاندان دار

کہ ہم توقع رکھیں کہ  
خاندان صاحب شہر کو صاحب  
مردم کے نزدیک باقی  
میں جلد اوکریں گے۔

## وہابیان نجد اور شیعہ

مولانا محمد رفیع قرآن جناب کرتی کے یمنی و دعوی خطاب یافتہ شاکر احمد علی جو  
اپنے رسالہ الانصاف میں قرآن مجید کو غیر مربوط اور پُر از افراط صبرنی و غریب  
اپنے ایمان بالقرآن اور بدعت عربی کا پردہ ۱۰۰۰۰ کے رسالہ نقض الاعتقاد سے چاک  
کر دینے میں اس سال حج کو شریف ملے تھے اور وہاں اگر مولانا ویداد علی صاحب طرح  
اتحاد و ملت کی کوشش کی۔ تاکہ نجدیوں کی بے عزتیوں اور مظالم کے خلاف جو انہوں نے  
جہاد کی مقدس سرزمین میں برپا کر رکھے ہیں سختی سے جو کر صدقہ و عجاوب بلند کریں۔ مولانا صاحب  
موصوف نے جو جواب دیا ہے اس سے اتفاق ہے کہ شیعوں سے ہمارا اصولی اختلاف  
ہے۔ ان کی کافی اور دیگر کتب میں پتھر رخ مذکور ہے کہ اصل قرآن غائب ہے جس جہاں  
شکل گبری کے منکر ہونے کا نام معلوم۔ علاوہ ایسے نجدیوں سے ایسا پر کم کے قبایع عزت پر حملے کو  
میں وہ شیعوں نے خاص ان مقدس جہتوں کی ذات پر اس حساب سے بھی یہ ان سے بدتر  
تھیرے۔ میں حقیقوں کا اتحاد و یمنی ہر جس قوم سے جو زندگان دین کے آثار مبارک کی زمین  
کہے یا ان کی ذات بابر کا تہ پر ملے کرے ناممکن ہے۔

## دائرہ کے ایک معاون پرفاٹا حملہ

دائرہ کو بولبرکات مولانا سید سید احمد صاحب کین محمد عرفان کریموں کو مدینہ منورہ میں  
ہوئی اس خبر میں غلط فہمی ہو کہ ان ہر ایک شخص عبد اللہ ہے جو سینیاں الی سجدہ غیر تقلید کو کہتے  
بتایا جائے جو اختلاف عقائد پھری سے حملہ کیا جس نے ان کی قوم کے شکر ہو کہ وہ قتل کے راہ  
بدین کام دلائے مولوی صاحب صرف کو غیر طبعی خطرات اور دشمن اپنے کے کھڑا پائے۔

خدا کو اپنے جو بہت میں جگہ سادہ پائے کان کو صبر چلے غلام نے۔ آمین۔

## مشر سلطان علی اور ہم

رسالہ حجاز مجتہد مخدوم فی من مسئلہ عقائد کلثوم مطبع میں جا چکا تھا اور چند کاپیاں  
زیور مطبع سے آراستہ ہو چکی تھیں۔ کہ ہمیں مصباح الہدایت مطبع کی ایک جلد دستیاب ہوئی۔  
جس میں مشر سلطان علی نے دائرہ اصلاح کے طبع و رسالہ السی بہ قرآن السعدی پر  
پانچ سال کے بیچ و تاب کے بعد تنقید کی عزت کی ہے۔ اور اس میں ہاشم اور حسین خسر الدین  
والترہ کے معذرتی ہے جس میں اس طرح انصاف رسالہ میں ہر نقطہ سے سویت سخامت  
اور ذلت کا اظہار ہو رہا ہے اپنے ہر وصف و ذیل و صفت مذکور سے بہرہ اندوز ہو کر وہ نگہی کا  
پایہ کیا ہے کہ ان کے مذہبی ائمہ کی پینک بھی بدین ہو گئی ہے اور دائرہ کے لئے استفادہ سامان و الفہم  
پہنچا ہے۔ کہ دائرہ اگر برسوں سے یہ پینک بیاں اڑاتا رہے تو یہی یہ فیہ کہ نہ ہو گا۔ انشاء اللہ ہم بالآخر  
کرام کو اس کل رہنے کے کل شکستہ کاہن قافلی لانا مسئلہ کرانے رہیں گے۔

کسی مسئلہ کی تحقیق و تفتیش کے لئے ضروری ہے کہ مخالف و موافق اقوال پر مصنفانہ تنقید  
کی جائے۔ ایسے پرچہ و قدح ہواں کے مسئلوں کو پرکھا جائے کہ وہ کہا شک صدقیت کو  
معیار پر صحیح اترتے ہیں میری و اندونی شہادتوں کی چھائی کو جانچا جائے لیکن مشر سلطان  
نے ان سب ضروریات کو یاد نہ ملایا رکھ کر کسی و تحقیق صحت معلوم کر لیا ایک ذرا طریقہ  
انتہا کر گیا ہے جو انکی ایجاد ہے اور وہ یہ کہ سب شتم کے میگزین فراہم کر کے اس نہایت پیچیدگی  
بلند آہنگی سے اڑا دیا جائے کہ مخالف باہری لے جائے تو وہ حق ہے اگر مشر بہ صرف سبقت  
لے جائیں۔ تو انکا خیال درست ہے اسی کلیہ پر کاربند ہو کر مشر سلطان علی اگر کوئی کسی  
ہاشم یا لکھنؤ کی کسی بھٹیاری سے طبع آزمائی کرے تو آپ کو اپنے معیار کی حقیقت معلوم ہو  
جو جاتی اور چھٹی کا دودھ یاد آجاتا لیکن آپ اکثر شرفا کے منہ آتے ہیں جو آپ کی ہرزہ گوئیوں  
اور ذرا غلامیوں کو ہمیشہ نفرت و حقارت سے منکر دیا کرتے ہیں۔

## ہم گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے

گالی کا جواب گالی سے دینا تو بہادر ہے اور مذہبی علومیت کا نشان ہے اسلئے ہم  
مشر موصوف کی ساری بدنہالی کے جواب میں بوستان سے ایک گلہ سنہ پیش کرتے ہیں جس کا  
اگرچہ پیشی سے ملاحظہ نہ کیا گیا تو قطع کا شعر جو گلہ سرسبز کا وہ جہر رکھتا ہے کہ کئی بدنہالی



کے گلہ کو آپ کے گلشن شکستہ میں نہان کر کے بے گات کا مکہ رکھ دیا۔

گلے پائے محراب نشینے گزیدہ  
خوشی کے زہر شش و دہان چکیدہ  
شب زور و پچاڑہ خواہش بید  
بجیل اندیش و توبہ بود بند  
پور را حجاب کرد و تندی نمود  
کہ آخر ترانیز و دندان نیوہ  
پس لڑگرت مرو پر آگندہ روز  
بجندید کا سے بابک و لفظ روز  
و اگر چہ ہم سلطنت بود پیش  
درین آدم کام و دندان خویش  
محال است اگر تیغ بر سر خورم  
کو دندان پائے سگ اندر برم  
تو ان کرو باناکان بدگی  
و لیکن نیاید ز مردم سکی  
اسی نصیحت کے دیر اثر ہم مشہور افلاکات کے درجہ سے گر کر بہانہ کی فہرست  
میں داخل ہونا نہیں چاہتے۔

### رافضی کا گل سوختہ گلگیر

ہم بیت سے منظر تھے کہ رافضی کو اپنی کتب کے متعلق بھی جن میں حضرت  
فاروق اعظم سے نکاح ام کلثوم کے گل خوش رنگ جا بجا بہار دکھا رہے ہیں کچھ گل نشانی  
کریں اور اپنی گلکار نقائص زبان سے گل کرتیں خدا کا شکر ہے کہ اس دشوار گزار خطر  
راہ میں ان کے یار عزیز مسٹر سلطان علی کے گلگون قلم نے قدم رکھا ہے اور ہر کام رسد کو  
کھائی ہے ان کا دعویٰ تھا کہ صغیر قرطاس کو رشک تخت گل صدر برگ بنا دینگے لیکن  
فہمقیقت انہوں نے اپنے بزرگوں کی روشنی کردہ شمعوں کو گل کیا ہے اور پھر انکی گلگیری  
کرتے ہوئے انہیں غبت دوبارہ زندہ کرنا چاہا ہے کہیں نکاح کی لوح پر کذب و دروغ کے  
گلارے سے گلکاری کی ہے لیکن تاویلات دیکھ دو توچہ مات باطلہ کی گفتار سے کاغذ کو  
بلا دیا ہے اور کہیں انہی بے بسی و بے کسی کے گلہائے زرد پر مضحکہ خیز روایات کا گلگولہ  
جھا کر انہیں گل رنگ بنا چکی ہے اپنی گل سوختہ دکھا کر گلزار ابراہیم کا سمان بانڈنا  
چاہا ہے لیکن اپنی گلیاں گل سے گلزمین مذہب کی فضا کو مکدر کر چکے سوا اور کچھ حاصل نہیں  
کیا یہ آیات کا زہر کی بجائے گلرخ گلارہ نہیں ہو سکتی اور نہ ہی تو صیحات غارہ کا وہ گلکار  
قرار دیا جاسکتا ہے رافضی نے اس نکاح کے متعلق کذب و افتراء کے گٹھنکار و گلزار کو  
شیر باد کی طرح مضحکہ کیا ہے اور بطور محفوظ مقدم چند گلزار فارسی بھی جمع کر کے جن کے گل

کینے گلوسر اور گلوند ہیں لیکن گلچون جانتا ہے کہ گل جعفری کدس سے اور گل عباسی گلیا  
خوشید گل ایر سے چھپ نہیں سکتا صداقت وہ ہے جس کا سب اعتراف کریں وہ  
نہیں جو ہر کا نام گلبدن رکھ لیا کوئی بڑی بات نہیں۔

### رافضی سے بڑا بڑا اہل بیت کی ہتک نہ والا کوئی نہیں

مسٹر سلطان علی (مصباح مستطاب) پر لکھتے ہیں کہ حضرات اہل سنت معاویہ شامی  
اکبر عثمان اہل بیت کی طرقداری کرنے ہیں اور ان کی آرزو یہی ہے کہ وسائل کی ہر ساقی  
تیں کوئی دقیقہ فراموش نہ کریں کہ وہ اسی ضمن میں وہ ہتک آمیز باتیں درج کرتے  
ہیں جن سے سراسر ذلت و سبکدستی فائدہ ان رسالت عوام کی نگاہ میں بدلتی ہے ہم دراصل  
ماضی میں بیان کرتے ہیں کہ مولف صلیف صدام نے اس نکاح کا اقرار بدین الفاظ  
کیا ہے کہ روایات مخبر ہیں اس بات کے کہ ظاہر میں رنج و مصوبت و ہتک مولائے  
مومنین سے لیا اور پھر حقیر کی روایت ایراد کر کے اس رنج کو ہلکا کر کے کوشش کی ہے  
اسی طرح محدث کلینی۔ ملا خلیل قرنی۔ سید رفیعی علم الہد سے متعلق طوسی علامہ  
شمس الدین باقر مجلسی ابو الحسن اثنا عشری و دیگر اکابر رافضی نے اس نکاح کا اقرار  
کیا ہے لیکن مسٹر سلطان علی نے ان سے کچھ بھی تعرض نہیں کیا کہ کیوں کر انہوں  
نے ایسی ہتک آمیز باتیں جناب امیر کے حق میں کہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ علمائے اہلسنت  
نے اگر یہی دعویٰ کیا تو ایسی کونسی ضرب کاری لگائی کہ خون جاری ہوا اور مسٹر  
سلطان علی نے بیباختہ لیتا لیتا دو ٹوٹو بھیا گئے جو انے پائے کا غوغا مائدہ کیا اور پھر  
علمائے اہلسنت کا عصائے اقرار ایسی مضبوطی سے پکڑ کر اس پر قلابازیاں لگانی  
شرع کہیں کہ آپکا دفعہ مشکل ہو رہا ہے ہاں وہ کیا بات ہے جس کے متعلق حواش  
بیان کرتے ہیں آپ شرم کے مارے غرق ہو رہے ہیں اور اگر یہی غیرت و حمیت لگائی  
کسی طرح مقتضی نہیں ہوتی کہ آپ مفصلہ بیان کریں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ  
جذبہ سودا و اشتر کی جھاگ کی طرح فوراً زہر ہو جاتا ہے اور آپ اس حیرت و حمیت  
کو ملاق نسیان کے سپرد کر کے بیان بھی کرنا شروع کر دیتے ہیں اور چالیس  
صفحہ اس بحث میں صرف کر دیتے ہیں کہ اہل سنت و الجماعت کی کتب میں اس  
نکاح کے متعلق تفصیل میں تفاوت عظیم ہے اگرچہ کسی عالم سنت نے اس کے



دفع سے کبھی بھی انکار نہیں کیا  
 ہمارا دعویٰ رافضیوں کی کتابوں سے ثابت ہے  
 ہم بار بار کہتے ہیں اور پھر یہی کہتے ہیں کہ آپ کو ہماری کتابوں سے کیا مراد  
 ہے اگر ہم ان کتب کی بنا پر دعویٰ کریں تو آپ حقوق سے ان پر تنقید کریں  
 اور اس واقعہ کی تفسیر پر قلم اٹھائیں لیکن جب ہمارا دعویٰ آپ کی معتبر و مستند  
 کتابوں سے ثابت ہوتا ہے تو آپ کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا تو آپ  
 خاموشی کے ساتھ ہمارا دعویٰ تسلیم کر لیں یا ان کتب کے باطل ہونیکا اعلان  
 و تحریف مجتہدین شائع کریں کہ یہ کتب درو افق کے نزدیک باطل و غیر معتبر ہیں  
 اور ان کے مصنف و ضائع دلس و سیاں اور دشمنان اہل بیت ہیں سے تھے جنہوں  
 نے ان کو ایک روایات کو اپنی کتب میں جگہ دیکر و افق کے دین و ایمان کو خواب کیا  
 اور پھر ان کتابوں کی قبرست بھی پیش کریں جو آپ کے نزدیک قابل شک ہیں  
 علمائے اہل سنت جیسے اس نکاح کے محققانہ مقرر ہے ہیں اور چوٹی کے علماء و افق  
 نے انکا ساتھ دیا ہے آج کل کے رافضی اس حقیقت نفس الامری سے انکار کر  
 رہے ہیں تو انکا یہ فعل ان کی بے مالکی کم سواری جہالت باطل پرستی اور بے بصیرتی  
 پر دال ہوگا اور کسی نصف مزاج سلیم الطبع و ذوق نگاہ کیلئے قابل پذیرائی نہ ہوگا۔  
**مسٹر سلطان علی کی باطل تاویلین۔**  
 اب ہم ان حوالہات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو کتب شیعہ سے رسالہ قرآن الہی  
 میں نقل کئے گئے تھے اور جو کہ مسٹر سلطان علی نے منہ چرایا ہے اور بقدر ممکن انکو توڑ  
 مروڑ کر اس فائدہ جلیلہ کو جو ان سے حاصل ہوتا ہے مسترد کرنیکی کوشش کی ہے  
**علم الہی کے کیا تائید متعلق نکاح**  
 مسٹر سلطان علی مانتے ہیں کہ ان کے سیدہ رافضیہ علم الہی کے قول سے  
 یہ نکاح بہ خیال اندو افقہ و فساد و موانع شدیدیہ و نمدیدیہ واقع ہونا ثابت ہے جب  
 سیدہ رافضیہ سے کوئی امید نہ رہی اور یہاں وال گلی نظر آئی تو آپ نے بے نیکی مانگنا  
 کہ جب شیخ مفید یعنی استاد سیدہ رافضیہ اس واقعہ کے منکر تھے تو ممکن نہیں کہ شاعر اسکا  
 لئے اول تو مسٹر سلطان علی ثابت نہیں کر سکتے کہ شیخ مفید نے نکاح کو جو ان سے اس سے ان کے شاعر  
 کی اس وقت پر کہ انہیں پرکھنا۔ دیکھو حسب جہانی استیصار و حصار (باقی حاشیہ مندرجہ ذیل)

اقرار کرنے کیا اچھا ہو تا کہ مسٹر سلطان علی ایک دو اقوال شیخ مفید سے نقل کر دیتے تاکہ  
 مدام ہو جاتا کہ شیخ موصوف نے کس بنا پر اس واقعہ کو تسلیم کر لیا ہے انکار کیا ہے شیخ  
 موصوف کے ہر وہ شاعر و رواں نے یعنی سیدہ رافضیہ اور محقق طوسی نے جیسا کہ ہم رسالہ میں  
 بیان کر آئے ہیں اس واقعہ کی صحت کا اقرار کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے  
 بے شک یہ استفادہ اپنا سنا ہے کیا ہوگا لیکن مسٹر سلطان علی نے قیاساً کہہ دیا کہ  
 شیخ مفید کا ایسا خیال تھا شاید یہ کشف جو ایک جانبدار کی بیعت کسی طرح نص  
 کم نہیں آ پیکو عالم رویا میں ہوا ہوگا سبحان نہ ہی معاملے میں اگر آپ بھی قیاس  
 کرنے لگے تو بس حد ہو گئی۔  
**تو کا پورعین رافضیہ خاستی** کہ با آسمان نیز پر خستہ  
 جب اس توضیح سے بھی مطلب برآ رہی نہ ہوئی تو آپ نے سیدہ رافضیہ کی تکرار  
 کا مشابہ بیان کیا کہ یہ نکاح بر بنا سے خلوص و رضا مندی نہیں ہوا بلکہ تہذیب و تہذیب  
 و جزو تعدی کے بعد جیسا کہ تمہاری روایات سے ثابت ہے الفاظ تحت الخط اگرچہ  
 گندہ نہیں لیکن ایجاد بندہ سلطان علی میں جو ان کی دیانت پر گواہی دے رہے ہیں  
 کیونکہ سیدہ صاحب نے ایسا نہیں کہا کہ روایت گوراما قلم نباشد آپ صحت پر لکھتے  
 ہیں کہ بنا تب سیدہ رافضیہ ہی رہے موقوف نہیں ہیں یہی عرض کرونگا کہ جو نکاح و نکاحی اور  
 خوف نقصان و لا حضرت محمد نے کیا اس سے ان کو مفاد و آخرت اور شرف مصاہرت  
 کیا ملا مسٹر سلطان علی خیال فرمادیں کہ اس توضیح باطل سے نفس نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے  
 ہزاروں نکاح ایسے چمکے ہیں جنکا نتیجہ اچھا نہ نکلا اگر کسی نکاح کا نتیجہ خرابی ہو تو کیا اس سے  
 یہ لازم آئیگا کہ نکاح جو ابھی نہیں گزرا آپکا یہی مدعا ہے تو یہ بدین عقل و ہمت جیادہ گریست  
 مسٹر سلطان علی یہ عقد کسی اور کے وصل بذریعہ طرہ مذکورہ و باعث گناہ نہ تھا بلکہ  
 غلامان امارت سے پرستہ ہو چکی وجہ سے سر اپنا ہٹاؤ و شرف تھا مسٹر سلطان علی  
 حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۱۱۱ امام علی رضائے فعل خلافت شیخ قطریہ رضائے خود کے علم جو ان میں ہے  
 دارالامام جعفر صادق کے فتوے جو ان کے خلاف فتوے دیا حالانکہ یہ فعل شیعہ مذہب میں جائز  
 تو کیا اس سے امام حسن کے قول کی تکذیب کی جاگی یا کہا جائے گا کہ امام علی رضائے اس الٹی دلیلی کہ  
 حرام قرار نہیں دیا ایک امام کے کہنے سے یہی ایسا سنگین فعل حرام نہیں قرار دیا جاسکا اگر کسی غیر  
 مذکور کتاب سے واقعہ نکاح کا ذکر کیا ہو اور اس کے شاخروے کر دیا ہو تو انکو مسٹر سلطان علی تکذیب پرستی ہو



کو ہم سے ملے کہ سید موسیٰ کا آخری فقرہ اذاعت فیہ شہادت ہوئی ہے کیوں ترک کر دیا  
 حالانکہ اس فقرہ کا درجہ کرنا تفصیل حاصل تھا کیونکہ اس سے واقعہ نکاح میں کوئی  
 فرق نہیں آتا۔ شیعوں کے نزدیک نکاح جبر و اکراد سے ہوا اور سنیوں کے نزدیک  
 جویشی و رغبت بہر حال نکاح ہونا ثابت ہے مسٹر سلطان علی کا یہ بیان کہ علی  
 اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ یہ نکاح بظہر قادی ہوا ہے اور شیعہ اسکے قائل  
 نہ ہیں ایک سید جو شیعہ جو ان کی مقتضائے طبیعت ہے۔

مسٹر سلطان علی نے ایک حوالہ میں ایک الفاظ کے ملکہ ہونے پر بھی حجت  
 دیا کہ نصیحت کی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہئے ہم ان کی نصیحت بہ شکریہ قبول کرتے ہیں  
 لیکن ساتھ ہی آپ سے انشا ضرور پوچھتے ہیں کہ حج  
 توبہ فرمایاں چہرا خود توبہ کترے کنند

۹۲ پر آپ لکھتے ہیں۔ چنانچہ مواعظ محرقہ صفحہ ۵ پر لکھا ہے۔ زیا وہ  
 شد تعجب از اہل زمان خود کہ نکاح تنزیح عمرہ ام کلثوم سے کنند اس تحریر سے  
 ثابت ہے کہ صاحب مواعظ محرقہ کے زمانہ میں اور ان سے پہلے گروہ شیعہ کو  
 واقعہ عقد سے انکار تھا مسٹر سلطان علی کی ماوری زبان فارسی ہے کیا وہ کہہ سکتے  
 ہیں کہ اہل زمان خود کا ترجمہ اردو میں زمانہ حال اور ماضی کے شیعہ کو احاطہ  
 لکھتے ہوئے ہے جب اتنی سی بات میں بھی آپ امین ثابت نہیں ہوتے تو آپ کی  
 تمام تحریر کی کیا فحمت ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تحقیق و تحقیق کی غرض سے  
 نہیں لکھتے بلکہ آپ کا مقصد ہر جائز و ناجائز طریقہ سے حق کو چھپانا ہے  
 ناظر بنی کرام انصاف فرمائیں کہ ایک حوالے کی نسبت مسٹر سلطان علی  
 نے اس پر اس سالی میں جبکہ طبیعت فطرہ توبہ و استغفار کی جانب مائل ہوتی  
 ہے لکھتے ہیں کہ آپ نے نہیں اور کس قدر رو روغ بیانی سے کام لیا ہے یا قبول  
 کا اندازہ قیاس کن رنگستان من بہار مرا سے ہو سکتا ہے

۱۲۱ پر سلطان علی صاحب نے اپنے قاضی نور احمد شہرستانی کی تحریر  
 (اگر نبی دختر بختان داد ولی دختر بختان فرستاد) کا خاکہ اڑایا ہے  
 کہ یہاں اگر بعضی فرض ہے یعنی ہر گاہ بقول تمہارے نبی نے عثمان کو

ذکر کردہ  
 ذکر کردہ

دختر دی تو علی نے عمرہ قربانت کی مطلب یہ ہو کہ نبی نے ایسا کیا اور علی نے قاضی  
 صاحب کے نزدیک اگر نبی شہادہ رقیہ آنحضرت کی صلیبی لڑکیاں ہوئیں اور جناب  
 امیر نے ام کلثوم کا نکاح عمر سے کیا ہوتا تو اگر فرماتے اس سے واضح ہو گیا کہ نکاح  
 تر تقریر بظہر قادی ہے اگر کے معنی نہ اور بغیر من شخصی لغات میں ہوئے اور نو کبر  
 نہیں دیکھے گئے۔ سلطان علی صاحب ذرا اپنا اگر مل فطرہ کریں اور پھر اسے قاضی جی  
 کے گھر سے ملا کر اسے گریں تو آپ کی توجہ بہ کے مطابق منہ یہ ہوئے کہ اگر قاضی صاحب  
 کو ایک وہ لڑکیاں رسول کی ہوتیں تو قاضی جی اگر نہ فرماتے یعنی نہ وہ لڑکیاں رسول کی  
 تھیں نہ قاضی جی نے اگر فرمایا۔ حالانکہ یہ معنی نہیں ہے کیونکہ یہ کہنا یا نکل مغویہ کہ  
 قاضی جی نے اگر نہیں لیا علاوہ اس قاضی صاحب اس عبارت کے لفظ فقرہ کہ اگر نبی  
 بوقت عمر بنیاد قرار نمود دے بوقت منع و مجز و خانہ بروئے خود قرار نمود ثابت کر رہا ہے  
 کہ اس اگر ت قاضی کا مقصد اٹھا کر نا نہیں بلکہ علی کے فعل دختر فرستادن و در خانہ  
 قرار نمودن کا جو از نبی کے فعل دختر بختان دادن و بنیاد قرار نمودن سے ثابت کرنا ہے و  
 یہ بتانا کہ نبی نے عثمان کو لڑکی دی نہ علی نے عمر کو نہ علی عاجز ہو کر گھر بھیجے نہ نبی خوار ہو کر  
 تشریف لے گئے اگر شیعہ اس اگر کے معنی بھی نہ ہی کے کریں تو معاملہ ہی صاف ہو جاتا  
 اور حضرت علی کے بوقت بیعت عمر خانہ نشینی جس کا نتیجہ عراقی باب فاطمہ بتایا جاتا ہے  
 کے طعن اور حضرت علی کے بوقت ہجرت النبی بستر نبوی پر سونے کی فضیلت کا قاتلہ  
 ہو جاتا ہے کیونکہ نہ حضرت علی کی شیعہ بیعت ثابت ہوگی نہ عمر حلالہ کا طعن قائم ہوگا نہ نبی  
 کی ہجرت ثابت ہوگی نہ حضرت علی کی بستر نبوی پر آرام کرنے شان بیان کی جائیگی کیا شیعہ  
 اس اگر کے معنی بھی نہ ہی کے کریں اگر نہیں کریں گے اس کو کیا حق حاصل ہے۔

۱۲۱ سلطان علی صاحب نے بار بار ترتیب و رقیہ کا نام دیا ہے آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ حضرت عثمان  
 کے نکاح میں رقیہ و ام کلثوم بنات النبی آئیں نہ کہ ترتیب جو زوجہ حضرت ابو العاص تھیں۔  
 بنات النبی کے خلاف آپ نے حارثی وغیرہ کے لکھے ہوئے نوالہ کو بغیر نگاہ ہے حالانکہ ہم اپنی لاج  
 کتاب دختران نبی میں ہر اعتراض کا جواب لے چکے ہیں کاش سلطان علی کو دست برد افضر  
 کی توجہ چاہئے کی عادت نہ ہوئی اور کوئی نئی بات پیدا کرتا۔

۱۲۱ رافضی کی گستاخی ملاحظہ ہو کہ کسی گستاخی سے ہجرت کو فراموش تعبیر کر رہا ہے







کی کہ حضرت عمر درشت طبع تھے مگر اس سے بھلا کیا اثر پڑتا ہے کیا درست و انصاف  
 کنوارے ہی رہا کرتے ہیں۔ یا عرض کہ وہ لا بوجہ کہ بات کیا کر دے۔  
 پہل سال عمر عزت گذشت مزاج نواز حال طفلی نشست

مسئله سلطان علی کا چکر الوی پین

(۵) اے ذلک فہم عشاق و امان محنت جعفر منہ رجہ کافی سے چونکہ بہت دور تک  
 پائی ہزار تھا اسلئے آپ نے تیریت اسی میں دیکھی کہ اپنی تمام کتب احادیث کو نقل  
 لیا تھا ورنہ وہیں چنانچہ آپ نے مسئلہ پر فرمایا کہ ہم اپنی کسی کتاب حدیث کو صحیح تسلیم  
 نہیں کرتے کہ ایک حدیث دوسری کی ناقص اور مخالف واقع ہوئی ہے حالانکہ  
 آپ اس حدیث کے مخالف کوئی حدیث نہیں بتاتی کہ آپ کے بیان کو تقویت دیتی  
 پھر حضرت آپ کہتے ہیں کہ کتاب کافی وغیرہ کتب حدیث کی نسبت ہمارا یہ اعتقاد  
 ہے کہ مولفین کو جو کچھ مطلب دیا اس ملا و بلا نتیجہ و تنقید دیا جب آپ کے مذہب  
 کا حال یہ ہے کہ آپ کی کوئی کتاب صحیح نہیں ہے تو اس سے آپ دو گردانی کر چکے ہیں  
 تو ہم ہم نہیں جانتے کہ کس اصول سے آپ کے ساتھ گفتگو کریں اور ہم کہہ آپ کے  
 علماء کہہ رہے ہیں ان کا جواب آپ کی کن کن مسلمات سے ہیں ہم انفلوی طور پر بحث  
 میں آنا نہیں چاہتے کیونکہ اس طرح ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی واقعہ کا  
 کوئی جہدیب کی مسلمہ کتب میں اور اس سے کام لینا پڑتا ہے وافض کی کوئی کتاب  
 اگر مسلمہ نہیں تو کوئی مذہب بھی نہیں بلکہ محض فکر و ذہن ہے جو سراسر اس کی  
 حقیقت رکھتا ہے۔

خلافت شیعہ کے کو تو کہہ گئے مگر پھر خیال پیدا ہوا کہ اس دھڑے سے تمام محدثین کی کافی پر اعتماد  
 کر دینے سے ہمارے مذہب کو کچھ نہیں رہے گا کیونکہ شیعہ مذہب کی بنیادی روایتیں پرست  
 ائمہ حدیث کی کچھ تاویل کرویں تاکہ بیگ کرشمہ وہ کار بار آید۔ پہلے اسکے راویوں  
 میں ابن ابی بکر کا ذہن و دھڑن اس حدیث بتایا حالانکہ یہ حدیث زہر بن بکر سے مروی نہیں  
 پھر لفظ غصب و غصب دار و امیرانہ بالکل غلط ہے پھر لفظ فرج کی نسبت بتایا کہ یہ  
 لغش نہیں کیونکہ ایک لفظ ایک زبان میں کچھ ہٹے رکھتا ہے دوسری میں کچھ ہٹتا ہے مثلاً  
 میں کھیر و دو کہتے ہیں حالانکہ ان دونوں میں اسے مشیر و فرج کے معنوں میں لیتے ہیں۔

اسی طرح بتایا کہ لفظ فرج منہ رجہ کافی کو شہرہ نگاہ سمجھا اس پر ابراہیم تہذیبی گرا

تھیک نہیں کیونکہ اس کا ہوتنہ مرکز مہیوب نہیں اسے ہندی محاورات پر مطبق کرتے  
 معترض نہیں ہونا چاہئے۔

علوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون لکھتے وقت یا عرض کی عقل کو لٹکی کی ہوا اٹھ رہی تھی  
 اسلئے فتوے حاضری کے مطابق ان کو ہر حصہ ہم جو صاف ہو گیا اس پر ہم لینے کے  
 قائل نظر آیا لہذا یہ تاوانہ فرج کو غیر شہرہ نگاہ بنا کر اسے دو حصہ اور کچھ کی مثالوں  
 سے نرم کیا اور اثبات سوچا کہ لفظ کھیر لا ہوا و بلتان میں وہ مختلف معنوں  
 میں استعمال ہوتا ہے۔

..... اور لفظ فرج پر اس مثال کا الملاق نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عرب  
 میں اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے ایران میں شہر گاہ پس کسی کا یہ فرمانا کہ  
 پہلی فرج (شہر گاہ) تھی جو ہم سے چھین لی گئی نہایت مکروہ اظہار مطلب ہے  
 اگر یہ فرمانے کہ پہلی صورت ہے جو ہم سے چھین لی گئی تو چھیننا ایک اس فعل باقی رہنا  
 کہ کفش طرقتہ اظہار مدعا کا۔

پھر بار عرض نے قرآن و حدیث میں اس لفظ کے استعمال کا ثبوت دیا ہے جس سے  
 ہمارا اعتراض رفع نہیں ہو سکتا کیونکہ بیان مسائل میں جس عنصر کے متعلق مسئلہ  
 بنانا ہو اس کا نام لینا پڑیگا اسی طرح کتب لغت میں ہر لفظ کے معنی بتانے کے لئے  
 خواہ عام طور پر اس کا زبان پر لا نا خلاف تہذیب ہو اس کو دوج کرنا پڑیگا اور اکثری  
 کی کتابوں میں بیان امراض یا تشریح کے لئے اسکا لغت بھی درج کرنا ضروری ہو گا۔  
 کیا کھل کتب لغت و طب سے یہ لفظ اور اسکا لغت و کھل کر نہیں قائل کر سکتے ہیں کہ یہ لفظ  
 کافی میں یہ لفظ مذکور ہوا ہے وہ خلاف تہذیب نہیں !!!

بار عرض اجمار اعتراض تو یہ ہے کہ جعفری سے تزویج ام کلثوم کا ذکر کیا گیا ہے وہ  
 نہایت سرفیاد اور خلاف تہذیب ہے نہ کہ اسے موقع پر ہم کے کسی حصہ کا نام لکھنا تھا  
 علامت ہونہی ہے لیکن ہم پھر بوجہ ہیں کہ کھج کا واس سے کھج ہوسکتا ہے  
 آپ خواہ کتنا ہی آئیں بائیں شاید کہ اس بھلا ج کا انکار کریں کسی کامیاب نہیں



۱۶) اور چاہے آپ کے مقدسین اقرار کیا کر چکے ہیں وہ نہیں مٹ سکتا۔  
کیا ہے سناپ کل اس لکیر پٹیا کر

۱۶) یا فرزندے نہایت شدت سے حضرت جعفر صادق کی حدیث میں روایت ہے  
بن سالم کی تکذیب کی ہے اس حدیث میں الفاظ نکاح کا کلمہ لفظوں میں اقرار ہے  
مگر اس میں بھی مذکور ہے کہ حضرت محمد نے حضرت عباس سے فتویٰ دیا کہ عہد  
خلفائے معاذ اس بات پر اصرار کرتے اور چوری کے الزام میں ہاتھ کاٹنے کی دیکھ کر کھلی  
کیا یا اور اس نے اس پر جو چیزیں ثابت ہو چکی تھیں ان سے انکار کیا اور حضرت عباس نے حضرت  
عمر سے کہا کہ انہیں (یعنی اہل اسکو اپنے برادر زادہ سے غیب کیا ہے عمر نے کہا کہ اس  
بند سے نسبت چھڑ کر مجھ سے کر دیجئے۔ حالانکہ اصل حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں  
جس کا یہ ترجمہ ہو۔ وہاں قال طلیت النواہن لیکذا فذلی ہے جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اسے عیان  
ہو گیا ہے اسے عیانی کے پیشے سے خواستگاری لی مگر اس نے جواب دیا جب رافضی منہ پر  
بھرتے ہوئے سے نہیں شرماتے تو کافی وغیرہ کی خفیہ تعریف کرتے وقت انہوں نے اعتراض  
پر دناہوں سے کیوں کام لیا ہو گا نکاح کے انعقاد کا انکار کرنا ان کے لئے معمولی بات  
تھی مگر اس سے ان کا مقصد مشکوک عزت صحابہ و اہل بیت پر انہیں ہو سکتا اس لئے کہ  
کے ساتھ بیان کر دیا کہ عمر بڑا سخت مزاج شخص تھا اس نے اور اصرار کیا اپنا مطلب حاصل  
کر لیا اور حضرت علی اور عباس وغیرہ بھی ہاشم ایسے پورے اور دھڑکے تھے کہ نہ کسی دیکھی  
اور نہ وہی نقصان سے مرعوب ہو گئے اور ان کی حوائج کو ہی آہ یہ سب دشمنان دین کی  
خبر پر دناہوں میں ملتی ہیں چنانچہ نکاح جا نہیں کی رضا مندی سے بلا جبر و اکراہ ہوا۔  
یا عزیز! اصل کتاب میں آپ کے اعتراض مندرجہ ذیل ام کلثوم اور ام کلثوم بنت  
ابو بکر کے متعلق کافی وضاحت ہے آپ دے چکے ہیں۔ یہاں اعادہ قصص حاصل ہے  
(۱) یعنی والی روایت ہم نے یہاں سے لکھی تھی مگر اگر عزیز نے نہایت نہ ہانی  
اسے اسے بخوبی عربی لانا پڑے اس کی کتاب بخار لاوارستہ ہوا کہ کتاب غریبہ الجراح  
نقل کر کے ہمارے بیان کی تائید کی ہے کہ واقعی کتب ضعیفہ میں مذکور ہے کہ حضرت علی  
نے بیعت اہل بیت کے حقوق عیال میں ایک مہاجر عورت کو جو بصورت انسان مشغول  
ہو کر خیران میں بیویہ طور سے ساتھ رہتی تھی مذہب یہود اختیار کیا تھا اور اس کا نام

حنیفہ تھا اسے بلایا اور اسے ام کلثوم کی شکل پر مشعل کر کے عمر کے حوالے کیا جو بعد قتل عمر  
میراث لے کر خیران کو چلی گئی۔

اپنی معجزہ کتب سے یہ روایت نقل کر کے آپ فرماتے ہیں کہ مقدمہ صاحب اپنے  
میاں کی روایات اور تفسیرات سے لگتا نہیں ہمارے یہاں تو حدیث کی کتابیں  
صحیح نہیں لیا اتفاقاً ایک دو سو سے کے خلاف ہیں۔ ۱۷) احادیث کا نہیں نہیں  
بلکہ اپنے مذہب کا خاکہ اور آپ کھینچتے اور پھر سناٹے چار صفحے پر ثابت کرنے  
میں سیاہ کر دیتے کہ جنس کا بشکل انسان مشغول ہونا بعید الہیال نہیں تو کیا آپ  
نے ولی قربان سے مان لیا کہ نکاح کو ضرور ہوتا ہے مگر حضرت علی نے بوائے اصل بخیر  
کے نقلی و تفسیری و اقوالی اہم کے حوالے کر دی ہیں سلطان علی صاحب کی حالت پر  
رحم آتا ہے کہ چاروں کیسے شخص میں پھنسے نہیں رہتے تھے نہیں کہ نکاح اپنی کتاب معتبرہ  
سے ثابت ہے مگر حضرت فاروق اعظم سے بغض آسا و صدقہ نہیں کہنے و نہایت  
اپنی احادیث و روایات کی تکذیب کرتے ہیں جب اس سے مذہب کی لیا و اس کے نقلی  
دیکھائی دیتی ہیں تو لا طائل من دلیس کرنے لگتے ہیں غرض کسی پہلو پر غمازی کی صورت نظر  
نہیں آتی آخر قتل کر فام ہاتھ سے رکھ دیتے ہیں اور صفحہ بالا پر اعلان کرتے ہیں کہ آپ  
دوسرے صفحوں کی طرف رجوع کرتا ہوں مگر قلم سے وہی پہلے صفحوں کے متعلق ہی  
و ابی تباہی باتیں نکلتی ہیں دعویٰ ہے کہ ہم حضرت عقیل و عباس کو برا نہیں  
کہتے مگر تین صفحے پر ثابت کرنے میں سیاہ کر دیتے کہ وہ دونوں (عمر و پیر و حضرت علی)  
معاذ اللہ ضعیف الیقین اور ذلیل النفس تھے غرض یہ حواسی گھٹا باندھ کر آپ کے  
دماغ عالی پر چھائی ہوئی و کھائی دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر بات میں تناقض  
ہوئیوں تو آپ کی ہر ضعیف ہی مجموعہ ہر لیاات سے مگر مصباح الہدایت کا حصہ ہوا  
سراسر غزوات کی چوٹ ہے ہمیں امید ہے کہ اگر شیعوں میں کوئی بھی سمجھدار ہے تو وہ  
مذہب ہمارے قول کی تائید کرے گا اور ہر حدیث مصباح الہدایت کی اشاعت پر  
شرماتے گا کہ ان میں کسی بے دردی سے تہذیب شائستگی و صداقت کا خون کیا گیا  
ہے۔



## الحکومت کہ جم اثبات مدعا میں کامیاب ہوئے

ہم پیشہ انہی کتب مقبرہ سحر وغیرہ سے بھی نکال کر ہم کلیم کے افکار کے  
تعلق کا قابل توجہ بنا دیں پیش کر چکے ہیں اگرچہ یہی کہتے تھے کہ جو حجت تھا کہ  
ہم سب پر اس حجت کے تحت ہیں اور ہم کو ان کے قائل کرنا تھا جس کتاب  
ان کے لئے تھی نہیں سکتی اس کے اثبات مدعا کا اسن طریق بھی ہے کہ ہم کو  
ایک سہارا دے گا کہ کیا جائے الحکومت کو ہم اس میں کامیاب ہو گئے اور  
تاکا مل سے بدعت ہم پہنچا دئے سلطان علی صاحب نے جو نا ولس کی تعمیر  
ان کا جو اب بھی رہے وہ حضرت علی کا اپنی بیٹی کو فاروقی الفکر کے پاس پستور کی  
کے لئے حسین کا قصہ شیعہ افرا ہے غالباً سب سے چھاپن کی ایک حدیث ہے  
نفع ابطلت میں اسے لکھا اور پھر ان کے نقل کیا گیا اسے سلطان علی سے  
اس بارہ میں اتفاق ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی سے حیران حضرت عباس کو  
وہ حکایا نام کلیم کو دلا دیا اس سے چار دانہ کی نہایت مساق کیا نہ ہوسکتا اور  
سینہ سے چٹایا اور دشمنوں نے خواہ مخواہ ایسا واقعہ کا کہ آپ کے سر غصہ پ دیا  
اگر اس واقعہ کی کچھ اصلیت ہو تو اب سحر خصوصاً مسلم و بخاری بھی  
اس کے کو درج کرتے اور مصباح الہدایہ مشہور جاری صحاح میں اس عقد  
کا تواتر موجود ہے جیسا کہ ہم پیشہ نہیں کر چکے ہیں ان میں کافی وغیرہ  
شیعی کتب کی طرح یہ افراہ وانی نہیں کی گئی کہ نکاح حیر و تندی سے ہوا  
سہرا و بار میں مسلم کتب بیان سلطان علی خان

لاہور میں ایک کٹر کفر افیوں نے ایک انجمن غدار کی ہے جس کا مقصد بزرگان اسلام  
پر تاج و تاج کرنا اور بتان باہر دینا ہے اس انجمن کی تقریروں سے شیعہ بھی ہلاک ہاتھ ہیں  
چنانچہ ان کی کتاب مصلح الدینیت کی زبان میں کاشیعی اخبار ذہ الفقار کو بھی افرہ کر کے  
اس سے بیزار کی ظاہر کوئی پڑی اور اس کے خلاف کاروائی کرنے کی کورمنٹ اصلاح  
دی و حجت پر اخبار ذہ الفقار ہے اس کتاب کے مصنف ایک صاحب ہیں جو ظلم علی  
نہیں بلکہ سلطان علی میں حکومت کے لئے اور کچھ دلا تو شیعیت سے کام لے کر

علی کو متنبہ کر لیا اگرچہ ہم علی جیسے نو شہرہ انگلی گو بہ نگاہ اس کے داغ غلامی نصاری  
سے نہ لے نام سلطان علی دھایا یہ اسی سرکشی و فطیان کی شامت سے ہے کہ  
سہارا الہدایت کے مصنف کی زبان بدگوئی اور کذب بیانی سے آلودہ رہتی ہے  
سہارا حکام کی نظروں میں بھی آپ کذب بیان اور بے اعتبار ثبات ہو چکے  
ہیں جیسا کہ ہم ابھی ثابت کر چکے

سلطان علی صاحب کی زبان طعن بڑی دراز واقع ہوئی ہے آپ نے ایک  
انجمن میں دو ورق علی چٹپی میں بہت سے الزامات اپنے لاہوری مجتہد پر لگائے  
تھیں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جناب حجازی نے سراج عالم کے ٹکڑے کے تعلق  
کا جو میں نے اپنی زبان بیانی سے کام لیا اور عدالت میں لکھا دیا کہ اس سے میرا  
کوئی رشتہ نہیں حالانکہ وہ ان کے حقیقی چچا کے بیٹے کی ساس ہے اور حجازی  
صاحب ہی نے یہ رشتہ مقرر کیا اور نکاح پر ہوا تھا وغیرہ وغیرہ ہم نہیں کہہ سکتے  
کہ میں بیان میں جناب صداقت شعار نے اس قدر سچائی سے کام لیا ہے مگر  
آپ کی غارت دروغ گوئی سے کہی ہیں نتیجہ نکالنے پر مجبور رہتا ہے کہ اس میں  
بھی طرح تحقیق کو دخل ہو گا۔

سلطان علی صاحب کو خطاب دروغ گو دیتے ہیں ہم حق بجانب ہیں  
کیونکہ ہمارے پاس اسکا تحریری اور عدالتی ثبوت موجود ہے اور وہ یہ کہ ۱۹۱۲ء  
میں ہمارے دروغ گو کے ایک ہم قوم نے محمد بکت علی خاں ایم اے مسیحی  
لہرانہ کی عدالت میں اپنے حصہ بدری کے حصول کے لئے دعوے کیا آپ

مدعا علیہ کی طرف سے ۱۲ دسمبر ۱۹۱۲ء کو بطور گواہ پیش ہوئے اور بالکل غلط بیانی  
سے کام لے کر آپ نے بیان کیا کہ ہماری قوم معاملات وراثت میں شریعت کی پابند  
نہیں ہماری طرف ان کو وراثت کا حصہ نہیں ملتا میری زمین بیوں کو کچھ نہیں ملا  
میرا ایک روکا ہے میں نے اسکو بد چاقی کی وجہ سے حرم اللہ کیا ہے مدعی نے مجھ سے  
خود بیان کیا تھا کہ اب باپ ساری جائداد میرے دو سرے بھائی کے نام کر گیا ہے

لے بیٹے کی بد چاقی کی فساد اسکے دو صد اقسامی شہادت کی محض تربیت یعنی سو سکتی اور نہ ہی  
الوان ستر کا ہے اب یہ ثبوت الزامی شرب النسل بیان چپاں کرنی چاہتے ۱۱







## حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکوبین شریعت کی اسباب کا

بوجیب اتفاق ہے کہ منکوبین شریعت کی ہدایت کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ماہ وصال میں یہ سال شائع کیا گیا ہے خدا کرے یا خدا نہ کرے رواج اپنے خلاف شریعت میں کو ترک کر دیں حضرت ابو بکر صدیق اولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مکی قبائل اور ان کے رکنوں سے منکر ہو گئے حضرت صدیق اکبر نے ان سے اس بنیاد پر جہاد کیا کہ شریعت کے جن حکم کا انکار رکھ کے انکار کا حکم لکھتا ہے آپ نے ان کے رکنوں کو توحید و رسالت اور پابندی نماز و روزہ و حج کی کچھ پروا نہ کی اور ان کو دین سے ہی قتل کیا جیسے کہ منکوبین اسلام کو کرتے ہیں اگر خلفائے راشدین کے عہد میں کسی مملکت اسلامیہ میں جہاں کہ حدود شریعی کی نگاہداشت ہوتی ہو کوئی یہ حکم کفریہ کہ دینا کہ ہم مسلمان ہو کر قرآنی و کلام وراثت کو نہیں مانتے تو ان سے مرتدوں جیسا سلوک کر کے حرب و ضرب سے ان کو سیدھا کیا جاتا ہے اب بھی اگر افغانستان میں کوئی ایسا خلاف شریعت رویہ اختیار کرے تو یقیناً شکسار کیا جائے ہر ماہ و رواج کو لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ وہ کیسے خطرناک فعل کے ترکیب ہیں جس میں درخت کے سائے میں آرام پانا اسی کو کاٹنا جس زمین کے پیر و کسلانا اسی سے بغاوت کرنا بہت برا جرم ہے اگر کوئی انگریزی رعائے لاکر انگریزی قانون کی خلاف ورزی کرے اور اس کے خلاف بغاوت کرے تو یقیناً ان کو قتل قرار پائے کیا قرآنی قانون سے بغاوت کر کے منکوبین عذاب الہی سے بچ سکتے ہیں ہرگز نہیں یہاں یہ اس وجہ کہ ہم کسی خطرات کا روقش اختیار کرتے ہو

## اسلامی انجمنوں و مغللوں اور پیروں کا فرض

پنجابی مسلمان جماعت و جو عرضی سے معاملات وراثت میں خدا و رسول کے احکام کے برعکس نظر آتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ہماری انجمنیں و اعلیٰین اور پیر صاحبان عوام کی اصلاح کی کوشش نہیں کرتے اور ان کی بے اعتنائی کی وجہ یہ ہے کہ اکثر ان میں سے خود اسی رواج چکر شعرا کے پابند ہوتے ہیں لہذا وہ حق گوئی کی ہدایت نہیں کر سکتے علاوہ ان میں وہ سالک و راستہ بھی باخیر نہیں ہوتے پس وہ کس طرح بتائیں کہ عورتوں کا حصہ مختلف صورتوں میں کیا گیا ہو اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے وہ خود اسے اور عذاب آخرت سے ڈر کر اپنی اصلاح کریں اپنی ہمت و

عورتوں کو حسد وین علم الفرائض سکھائیں پھر اردوں کو سکھائیں اور اللہ سے اجر پائیں علم وراثت اسلام شریع محمدی میں ایک مشکل حصہ سمجھا گیا ہے اور اس کو ہمارے مہم بھی نصف علم دین کہا گیا ہے مگر میرے خیال میں اگر حساب آنا ہو تو یہ علم بدل میں مشکل نہیں میں نے چند ماہ بغیر دو استاد اس کے اصول کو سمجھ کر اسکو نہایت آسان پیرایہ میں مشکل کتاب (انیس کو تیرہ) مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیا تھا مسلمانوں میں میرے جیسے مہاروں محتاتی اور شوق رکھنے والے نوجوان پیدا ہو سکتے ہیں جو اس علم دین کو حاصل کریں اور لوگوں کو راہ ہدایت دکھائیں اس میں ارشاد نبوی کی بجا آوری سے کتاب بھی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نصف علم الفرائض من علموھا الناس نساختم لعلم علم وراثت سیکھو اور لوگوں کو یہی سکھاؤ کیونکہ یہ نصف علم ہے یہ علمائے کرام و پیرین عظام کا کام ہے اگر وہ اس طرف توجہ اور اپنے حلقہ اثر میں تبلیغ احکام شریعت کریں تو بہت جلد رواج کا اثر و درہم ہو سکتا ہے

میں نے رسالہ بنا میں کوشش کی ہے کہ عورتوں کے شرعی حصہ کے متعلق موٹے موٹے اصول و زمین نشین کر دوں اگر مسلمانوں نے اسے بغور پڑھا اور نیک نیتی سے کام لیا تو وہ اس مسئلہ بہت کچھ واقف ہو سکتے اور عورتوں کی داور ہی کر سکتے ہیں اللہ ان کو توفیق خیر عطا فرمائے

## مسلمانان عالم نیچا بیوں پر کیوں طعنے زن ہیں

سوزنیں نجاب کے گیسائی کہتے ہیں یہ مردم خیز تو کیا ہوگی ابستہ مذہب خیر ضرور ہے اسکے رشتے والے عجیب قسم کے انسان واقع ہوتے ہیں جس کسی کے چکنی چیر پڑی ہائیں گئیں اسی کے پیچھے ہی لگ گئے کسی نے کہا کہ میں خدا ہوں تو اسی کی تصدیق کر دی اگر کسی نے کہا کہ خدا کوئی نہیں تو اسی پر کمانہ و صدقہا کر دیا اگر کوئی نبوت و رسالت یا اعدائیت کا منکر ہے اہو گیا تو اس کی ہاں میں ہاں ملا دی کسی نے بزرگان دین سب و شتم کرنا کار ثواب بتایا تو دشنام دی اپنے شعرا دینا لیا پس ایسی و مغل مل بقیان آبادی اگر مسلمان کہلا کر یہ کہہ کہ ہم ہیں تو مسلمان مگر ہم قانون اسلام کو نہیں مانتے تو کوئی قابل توبہ بات نہیں

دوسرے اصولوں کے مسلمان اہل نجاب کی منافقانہ مسلمانان پر ہستے اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ کہتے مسلمان ہیں کہ دعوت تو یہی اسلام کا ہے مگر عمل اسکے بالکل خلاف ہے یہ زبان پر تو



ہر اقرار ہے کہ قرآن مجاری دینی کتاب ہے یہی ہمارا قانون مذہبی ہے اس پر ہمارا ایمان ہو  
اسی کو ہم منزل میں داخل مانتے ہیں اگر وہاں گروا داخل اسلام ہوئے ہیں مگر حیب ہاتھ سے کچھ مالی نقصان معلوم ہو گیا  
ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم روپہر پیسہ کے معاملے میں اس کے احکام کو نہیں مانتے چنانچہ اس کا نماز و روزہ  
کا قائل ہے ہمارا سر نہایت ختم ہے ہر مال کے معاملہ میں لین دین کے کلام میں ہم رواج کے پابند  
ہیں۔ شریعت کو نہیں مانتے ۵

نور علی خاں علی نقیہ بیگم نور علی خاں علی نقیہ بیگم

پچھلے دنوں جو انیالہ میں مذکورہ العلماء کا جاسہ ہوا اس میں بھی مسلمانان پنجاب کی قانون شریعت سے سرکاری کام نہایت افسوس سے ڈکر لیا گیا اور یہ تجویز پاس ہوئی کہ مسلمانان پنجاب ترک روای اور پابندی شریعت کی تلقین کی جائے تاکہ وہ عورتوں کے حقوق وراثت غصب کر کے کجزم سے باز آجائیں اور آتش و دوزخ سے محفوظ رہیں جو تقسیم ترکہ کے متعلق حدود و مقرروہ خدا کو توڑنے کی وجہ سے ان کے لئے تیار ہے ملاحظہ ہوا اس کے متعلق قرآنی وعید تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ... لَا تَمْسِكْ عَلَيْهَا زِينَا وَلَا يَفْتَأِ بِهَا جَلْدًا وَلَا ذَلَالًا... خالداً ابداً نہ چھوڑیں اس میں حنفیہ قرآنی تقسیم ترکہ نہ کرنے والوں کو ہمیشہ دوزخ میں بہتے کی خبری محی ہے اور یہ ایسی وعید ہے جو ناز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کے تارک کو بھی نہیں سائی گئی

دوت کا حق لینا اچھا یا حقوق وراثت !!

اللہ رب العالمین ہے اس کی رحمت کا بھرن و مرو پر یکساں برستا ہے اس نے  
 مردوں کی حیرہ و مستیوں سے عورتوں کو بچانے اور ان کے حقوق کی نگہداشت کے لئے  
 قرآن میں کئی آیات نازل فرمائیں جن سے مسلمانوں نے..... اس  
 صنف نازک و کمزور سے انسانوں جیسا سلوک شروع کر دیا۔ بیٹے نے ماں کی تعلیم  
 فرما بہر واریں، بھائی نے بہن کی دلدھی اور خاوند نے پیوٹی کی دلداری اپنا اصول بنالیا  
 اور ترکہ و الدین و اقربا سے خدا اور رسول کے حکم کے مطابق عورتوں کو حصہ دیا جانے لگا۔  
 مسلمان جہاں جہاں گئے یہی قانون اپنے ساتھ لیتے گئے حتیٰ کہ ہندوستان میں بھی شریعہ  
 مذہبی کے مطابق مسلمان نر و مرد میں ترکہ تقسیم ہونے لگ گیا۔ پنجاب میں حضرت

اور کنگز کی طرف سے ملنے والی زمینوں کے متعلق کوئی مسئلہ نہ اٹھایا تو اہل پنجاب پر  
سے شہریت کی گرفت کمزور ہو گئی اور وہ باپ دادا کے نام سے رواج کی طرف عموماً  
آئے اور مسلمانوں کی سمجھت سے عربی نژاد مسلمانوں پر بھی اڑ گیا اور وہ بھی ہندوؤں  
رواج کے پابند ہو گئے اور شہریت کو ایسا بھلایا کہ انہیں پتہ ہی نہ رہا کہ ہم کس قانون کے  
پابند ہیں اور شہریت کا کیا حکم ہے

چند سال سے مسلمانوں میں تعلیم کا پورا پورا عزم تھا۔ اس لیے یہ سب کے ترے شائع ہوئے  
جنگل طاعون سے بچ چکا کہ ہمارا طوطا عمل بالکل مند و از اور خلافت شریعت ہے نصیب نے گوارا  
دیا کہ جس چیز کا مجھے علم ملے اسے دل میں لے کر بیٹھ رہوں اور دیگر مسلمانوں کو اس  
سے آگاہ نہ کروں چنانچہ لاہوری احباب کی اعانت سے اس موضوع پر کئی رسالے  
تالیف کر کے مفت تقسیم کئے گئے سب سے آخری مفہم رسالہ شریعت اور رواج ایک  
ہر ایک تعداد میں چھپر کاغذوں پر تقسیم ہو گیا اور ہم پھر دوسرے مشاغل میں مصروف  
ہو گئے اب ندوۃ العلماء کے جلسہ میں پاس شدہ قرار داد سے مستطیع پر ایک اور کتاب  
نمودہ اور پھر ایک ساخنہ میں شرکت کا موقع ملا جس میں زیر بحث مضمون یہ تھا کہ عورتوں  
کو وراثت دینے کا حق دینا چاہئے کہ نہیں اس میں سوائے مولوی محمد علی صاحب چشتی  
اور ایک ڈپٹی ایس وی کالج کے پروفیسر صاحب کے سب نے اسی بات پر زور دیا کہ  
عورتیں بھی ہماری طرح انسان ہیں ان کو ضرورتاً جتنی ملنا چاہئے عورتوں کے بھی تقریریں  
کیں کہ وقت آگیا ہے کہ ہم غلامی سے نکلیں اور مردوں کے دویش بدوش ملک دانہا سے  
ملک کی خدمت کریں اور ان حقوق سے مستحق ہوں جو مردوں کو حاصل نہیں تقریر کرنے  
والی (غیر مسلم) عورتیں تھیں جو اپنے خاوندوں یا باپوں کے نام پر سرے فلاں یا سرنگان  
کہہ کر جاری تھیں مجھے افسوس ہوا کہ ان حبیروں کے اپنے نام بھی نہیں صرف وراثت  
دے سکے کا حق طلب کرتی ہیں تاکہ میلوں اور جیلوں میں گزارا نہ چل پھر سکیں۔ کاش  
انہیں معلوم ہوتا کہ اسلام نے عورتوں کے اس قدر حقوق دیے رکھے ہیں اور ایک مسلمان  
عورت کس طرح پردہ میں فارغ البالی سے زندگی کاٹ سکتی ہے تو یہ استحقاق وراثت  
کو بے حقیقت سمجھتی ہیں کیونکہ جو حقوق انہیں وراثت کا حق حاصل کر کے بھی نہیں  
مل سکتے وہ بلکہ اس سے زیادہ اسلام نے عورت کو پہلے ہی دے رکھے ہیں ۔



مردم و خدایان کو مقرر کردہ خدا حقوق عطا کر دیں تو انہیں تو ایب بھی جو درود و وقت  
آ رہا ہے کہ عورتیں ان کا ٹھکانا و پناہ گاہ بنیں گی اور مردوں کو اس طرح سے حق رسائی کا کوئی  
تو ایب نہ ہوگا۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ یہ عیسیٰ حکم خدا و رسول حق بحق واررساند

### شریعت محمدیہ کا بے نظیر مدل

یہ مضمون پر کچھ خدا ترس مسلمانوں کو یہ معلوم کرنے کا شوق ہوگا کہ اسلام نے وادین  
واقراہ کے ترک سے محبت کے کیا کیا حقوق مقرر کر رکھے ہیں اس نے میں ان کی آکامی کے لئے  
آئندہ اور اقی میں مقصد ایہ مسئلہ حل کئے ویا ہوں امید ہے وہ اس کو ٹھیک اسلام کی حقانیت  
کے اور بھی قابل جو جائیگی کہ اس نے عطا کئے حقوق میں کس قدر قربانیت کا لحاظ رکھا ہے اور  
نیت کسے وایت و ہی مقرر کئے ہیں جنکو نہنگی رس اس سے لڑا وہ افلاقی رہا جو اس نظام  
کے بعد بھی وہی ترک لینے کے لڑا وہ مستحق تھے اسلام نے یہ وادینیں رکھا کہ مرنے والے کا  
نسی تعلقی اور تقدنی محبت کو جیٹی اور میں سے ہو اور نہنگی بھی وہی اس کی خدمت کرتی رہیں  
مگر اس کے مرنے کے بعد وادانگڑہ... وادانگی اولاد کو وادرت بنادیا جائے جو تمام عمر اس  
سے لڑے جھگڑتے رہے اور اس نظام میں رہے کہ یہ کب مرنے اور ہم اس کے متعلقین کو  
نگال کر قبضہ کرتے ہیں۔ یہاں یوں انصاف کا یہ نظام شانہ اسلام نے ایسا کیا آپ یہ معلوم  
کر کے مطمئن ہونگے کہ شریعت محمدی میں مرد و عورت میں ترک تقسیم کرتے وقت یہ اصول قرار دیا  
لیا گیا ہے کہ عورتوں پر مردوں کی فضیلت قائم رہے اور ہر حالت میں یکساں قرابت رکھنے  
والے دن و مرد کو حصہ اس نسبت سے کہ مرد و عورتوں کے برابر حصہ پائے نہ

امید ہے کہ آپ اس امر میں میرے ساتھ متفق ہونگے کہ عورت ایک مکرم و مخلوق  
ہے اور اسکے حصہ کو تنہا کر امیر بنا اور کل پیچھے اڑانا مردی نہیں بلکہ دونوں بہتی اور  
کلیہ میں ہے عورت کو مرد سے پہلے ہی نصف ملا ہے اس نصف کو بھی غصب کر لینا انصاف  
سے کوسوں دور ہے نہ

### زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں سے سلوک

آفتاب اسلام کی ضیا پاشی سے پیشتر عرب میں جہاں اور ذرا بیاں۔ ایچ نہیں

وہاں لڑکیوں سے ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے بھی برائی موجود تھی چنانچہ انکی پیدائش کو نہایت منحوس  
خیال کیا جاتا تھا اور اکثر اوقات ان کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اس واقعہ کو حالی مرحوم  
نے اپنے سانس میں یوں بیان فرمایا ہے نہ

اگر پیدا ہوتی کسی گھر میں دختر تو خوف شہادت سے بے ہر ماور  
پہلے ویکتی جب کہ شوہر کے قبور کہیں زندہ گاڈائی تھی اس کو جاکر  
وہ کو وایسی نفرت سے کرتی تھی خالی نہ  
بچے سانپ جیسے کوئی بچنے والی نہ تھی نہ

وہ مردوں کی اولاد سے بے رحمانہ برتاؤ کرتے گا تو کیا لڑکیوں کو اپنی اولاد سے جو سنگدلی  
برتی جاتی تھی اس کا اندازہ ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

ایک دن قیس بن عاصم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے  
کہ انصار میں نے اس کے سامنے لڑکیوں کے زندہ دفن کرنے کا ذکر چھیڑا قیس نے کہا کہ میں  
تک ونا ہوں اس کے خوف سے اپنی تمام لڑکیاں دفن کر چکا ہوں حضور علیہ السلام نے پوچھا  
کیا کبھی تم کو رحم بھی آیا عرض کیا نہیں ہاں ایک لڑکی کے زندہ دفن کرنے سے میں اب تک  
اپٹیاں ہوں پوچھا وہ کیسے کہا میں ایک دفعہ سفر کو گیا ہوا تھا میرے ہاں ایک لڑکی پیدا  
ہوئی اس کی ماں نے اسے اپنی بہنوں کے حوالے کر دیا جب میں سفر سے واپس آیا تو میری  
بہوی نے بتایا کہ ایک سرورہ بچہ پیدا ہوا تھا جس کو دفن دیا گیا میں یہ سنکر غاموش ہو رہا اور  
دن رومی پرورش پاتی رہی یہاں تک کہ خاصہ عمر کی ہو گئی ایک دن وہ اپنی ماں سے ملنے  
آئی اچانک میں بھی پہنچ گیا اس کی ماں نے اسے مانگ لیا اور ہاں میں زلیور سے خوب  
آرستہ کیا ہم اتفاق سے اس کا حسن و جمال بہت پسند آیا پوچھا یہ کس کی لڑکی ہے یہ سن  
کر اس کی ماں رونے لگی اور کہنے لگی یہ تمہاری بیٹی ہے میں یہ سنکر چپکا ہوا رہا اور کچھ نہ  
بتایا یہاں تک کہ اس کی ماں غافل ہو گئی ایک دن میں موقع پا کر اسے باہر لے گیا اور ایک  
گڑھا کھود کر لڑکی کو اس میں دھکیل دیا لڑکی بولی۔ ابا جان یہ تم نے کیا کیا میں نے کچھ  
براب نہ دیا اور میری لڑکی شرم و حشر کر دی وہ کہنے لگی ابا جان کیا تم مجھے اس سنی سے بھاگ دو گے  
کیا تم مجھے یہاں کیسی چور کر چلے جاؤ گے وہ برابر یہی کہتی رہی یہاں تک کہ میں نے گڑھے کو  
چکر کے زمین کے برابر کر دیا اور اس کے ساتھ اس کی آواز بھی بند ہو گئی یہ سن کر رسول







ہم انشاء اللہ ذیل میں ثابت کر دینگے کہ اسلام نے کسی حالت میں بھی عورت کو ترکہ سے محروم نہیں کیا وہ کسی نہ کسی رشتہ سے غریب و بے یقینی ہے۔

عورت بڑی ہونے کی حیثیت سے کبھی خرم و لاریت نہیں ہو سکتی

محرم سب سے اول عیت و خیر پیدا ہوا ہے والدین اس کو پرورش کرتے ہیں وہ بوش سنہا لئے ہی خدمت میں لگ جاتی ہے اور اپنی طاقت کے مطابق گھر کے کھانا کھانا بچا دیتی ہے دوسرے دن کی مثالی ہی کیوں دوں میں اپنی بیٹوں ہی کی خدمت گزار کی کا ذکر کرتا ہوں ایک ایسی چھٹی عمر کی ہے مگر اپنی عمر کے مطابق کام میں مصروف رہتی ہے اور کچھ نہیں تو محبت سے اپنے چھوٹے بھائی کے کپڑے ہی دھوئے لگتی ہے اس کی والدہ کھانا پکا کر اس سے تو وہ اس کی دیکھتی ہے جسے بھائی کو پہناتی رہتی ہے الغرض جو کام وہ کر سکتی ہے اس کرنے سے کبھی سرتابی نہیں کرتی

دوسری بیٹی اس سے چند سال بڑی ہے اس نے بڑا آرام دے رکھا ہے سینے پر دئے وقت ضرورت ماں باپ بھائیوں کے کپڑے وصول کھانا پکانے بستر بچانے الغرض گھر کے سب کام کاج میں ماں باپ کی مدد کرتی ہے گھر میں لڑکیوں کا وجود اتنا کرام بخش نہیں جتنا لڑکی کا ہے اور میں یقین کرنا ہوں کہ سب شریف گھرانوں کی لڑکیاں والدین کی ایسی فرما نہروار اور غرض متکبرانہ ہونگی جیسی کہ ہماری ہیں پھر کس قدر ناقہ رشناس ہیں وہ ماں باپ جو ان کی خدمات کا کچھ اعتراف نہ کریں بلکہ انہیں ترکہ سے محروم کھجور و صیرت کھا بیٹیں اور کہیں کہ ہمارے ماں لڑکیاں محروم اللات نہیں حالانکہ ان کا ایسا کرنا اوکھنا یا اکل ضلالت حکم قرآنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے برابر ہے خدا کے رزاق کو اپنی اس کمزور مخلوقات کے حقوق کی نگاہ اشت اس قدر منظور ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے حصہ کے تابع کر دیا اور فرمایا کہ الذکر مثل حظ الانثیٰ یہ نہیں فرمایا کہ ہر لڑکی کا حصہ لڑکے سے نصف ہے اگر یہ ارشاد ہوتا تو مطلب ایک ہی تھا لہذا ابتدا سے بخش ضعیف و کمزور سے کی اور دینے کا حکم یوں فرمایا کہ ایک لڑکے کو دو لڑکیوں

کے بار چھ دو یہ ایشیا کو اس حد بہت میں ہے جب میت کی اولاد میں لڑکیاں بھی ہوں اور لڑکے بھی مگر جب لڑکے نہ ہوں اور صرف لڑکیاں ہی ہوں تو پھر ان کا حصہ خدا کے مقرر کردہ ہے تاکہ میت کا کوئی مستحضر (پوتا - بیٹا یا چچا) کل تر کرے جو جہنم نہ کرے جب ایک بیٹی ہو تو اس کے لئے مال مقرر ہے کہ نصف ہے اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب دو تہائی میں شریک ہونگی ۔

بے بی بی سے جے حاصل ہو زمین دو دو کر کو مثل خط الانشیدین

ابھی بٹی ہو تو اس کو نصف دو

مگر حقیقت ہے ان سنگدل مسلمانوں کی دلوں ہستی پر جو حقیقت کی روشنیوں کو بھردہ کر دیتے اور سب کچھ نئے نئے تھمایا جیتے ہیں اور نارنجہن سے جو اس غضب کے چٹے پتھراں کو ہمیشہ جھلائے گی نہیں ڈرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ دنیا کی زندگی چلے روزہ ہے۔ اس پر دائمی آرام آخرت کو قربان نہیں کرنا چاہیے خدا ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

بیشوں کے حصص میں شیعہوں کا اختلاف

میں نے جب ۱۳۲۲ھ میں علم الفرائض کا فیضان حاصل کر کے مبارک  
 اسلام پرائیس اور اثنین لکھی تھی اس وقت مجھے تعجب ضرور ہوا تھا کہ شیخہ ہم سے  
 مسائل وراثت میں کیوں مختلف ہیں مگر بعد ازاں جب بابو غلام محمد صاحب امرتسر  
 کی ہربانی سے شیعوں کے مذہب کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا تو ثابت ہو گیا کہ جن لوگوں  
 نے اس مذہب کو وضع کیا تھا ان کا مقصد ہی یہی تھا کہ مسلمانوں میں اختلاف و فتنہ  
 لگائے تاکہ شیرازہ یکفر عائد ہو اور وہ بقابلہ مخالفین و بجا نہیں چنانچہ وہ لوگ  
 ارادہ یہ ہیں کامیاب ہو گئے اور آج ہم شیعوں کے مجتہد (عارضی) کو علی الاعلان پکارا  
 دیکھتے ہیں کہ شیخہ اصولاً و فروعاً سب فرق اسلام یہ سے مخالف ہیں (فتاویٰ  
 عارضی حصہ ششم)

ایک اسلامی فرقہ ہونے کے بعد عرب اور اس کے اہل بیت کے لئے قرآن مجید ہی کو نقل کبریاٰ نے



پس فی حقیقتی کو ترکہ موالدین سے محروم نہیں کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

محوریت پر مبنی حکمرانی حق پر اور رشتہ ہے

دنیا میں جلوہ گرہونے ہی جہاں لڑکی بنتی ہے وہیں وہ کسی کی پوتی بھی نکلتی ہے۔  
چٹی کے بعد پوتی کو قرابتِ قریبہ حاصل ہے اور دادا کی جس محبت سے وہ نصرت کرتی ہے وہ  
اسی کا حصہ ہے اس لئے اسلام نے میت کے بیٹے اور بیٹیوں کی عدم موجودگی میں اسے بھی  
قریباً ویسے ہی حقوق و وارثت عطا کئے ہیں جیسے کہ بیٹی کو بیسی وہ نصف کی حقدار ہے اسے  
سہمیں (۱/۳) اس وقت بھی مل جاتا ہے جبکہ وہ اپنی ایک بیوی کے ساتھ ہو اگرچہ بیویاں  
دو ہوں اور اسکا اپنا بھائی یا بھتیجا ہو تو بھی اسے سہم حصہ اڑ کر کہ عدل جائیگا اور جب ترکہ  
مال وراثتوں کے علاوہ اس کی معیت بھی ساتھ ہو تو بھی وہ پانچواں حصہ لینے کی حقدار ہوگی تو

ہن ہونے کی حیثیت میں عورت کا حصہ

لڑکی پیدا ہو کر ایک اور رشتہ میں مربوط نظر آتی ہے وہ بہن بھائی کا رشتہ ہے اولاد سے آرام تو آدمی ہمد میں قسمت سے پاتا ہے والدین کے گھر میں ماں کے بعد جو اسے سچی محبت کی تصویر نظر آتی ہے وہ بہن کی صورت ہے بھائی سے سختیاں سہنا اور پھر بہتری ہی کی دعا مانگنا بہن ہی کا شیوہ ہے بہن جتنک سیکے میں رہتی ہے بھائی کی خدمت گزار ہی اس کا وظیفہ رہتا ہے اور سسرال جا کر بھی وہ بھائی کے حق میں دعا چیر ہی کرتی رہتی ہے اور جب سستی ہے کہ اس کا بھائی یا بہن نکل جفت میں ہے تو وہ بڑا پامٹتی ہے اگر بھائی اسے کچھ دے تو سو مسودہ مانیں وہی ہے اسلام نے اسی لئے بہن کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا اور اسے ترکہ بھراور و خواہر سے نصف کی مقدار فیض دیا ہے بشرطیکہ اس کے بھائی یا بہن کے بیٹا پوتا اور باپ و دادا نہ ہو اور صرف ایک ہی بیٹی ہو وہ ایک ٹلٹ (لم) پانے کے جب بھی مستحق ہوگی جبکہ اس کے بھائی یا بہن کے بیٹیاں ہوں یا ایک لڑکی کے ساتھ ایک بیٹی بھی ہو۔

مومن اگر سوتیلی ہے تو سگی بہن کی عدم موجودگی میں اس کے سگی بہن جیسے حقوق ہونگے اور اس کی موجودگی میں سوس (اپنی) بیٹے کی سطح پر ہوتی ہے اور حصہ نم

مجبور جس آیات مبارک ایسی واضح بیان ہوئی ہیں کہ ان میں کچھ ناوہیں کی گئی ہیں  
جو سکتی تھیں اہل اسرار تو تھیں ہمارے ساتھ شفق ہیں کہ جب رنگیاں ان کے ملے جلے ہوں  
تو ان کے کوہ و دریا کیوں کے برابر حصہ لیں گے اگر جب صورت رنگیاں ہی رنگیاں ہوں تو ہر  
ساری جاندار رنگیوں کو ہی دلاوت دیتے ہیں عصابت کا اس صورت میں ان کے ہاں کوئی  
حق نہیں حالانکہ یہ منشاء قرآنی کے خلاف ہے اگر افسوس کہ اس صورت میں ہر حصہ  
سے زیادہ دلا تا منظور ہوتا تو یہ عار شاہ ہوتا کائنات کی نسبت کہ تو کی آتش کی کھڑکی کھلا  
ما قرآن کائنات کا افس و اصالہ علیہا اللہ تعالیٰ

یہ حصہ مقرر کر دیا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ کچھ نصبت یا دو تہائی سے بچ رہا ہے اس فاضل رقم کے کوئی اور وارث مستحق ہیں جن کی متعلق تھوڑی سی رقم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مقررہ حصص والوں کو دیکر جو بھی سہتہ وہ عصبیات کا حصہ ہے یعنی پوتوں کا۔ یا باپ کا یا دادا کا یا بھائیوں کا یا چچا وغیرہ کا مگر اس کا قانون وراثت میں بھی اختلاف ڈالنے کے لئے بائیان مذہب شیعہ نے عصبیات کے حصص کو اڑا دیا اور سب کچھ بیٹیوں ہی کو دلا دیا جو ایسا تشدد ہے جس کی بدولت عصبیات نہیں کر سکتے اور وہ چھوڑ رہتے ہیں کہ ایسے وقت میں علما نے اختلاف سے فتوے لے کر حق حاصل کریں ایک طرف تو لڑکیوں کے حق میں یہ افراط اور دوسری طرف یہ تفریط کہ جب میت کی بیٹیاں میت کے والدین اور زن یا شوہر کے ساتھ ہوں تو وہ دوسروں کو پورا حصہ دینے کے لئے لڑکیوں کا حصہ گھٹا دینگے اور مسئلہ محل پر عمل نہیں کرینگے کیونکہ وہ سالار عادل فاروق اعظم سے مروی ہے اور جس کی رو سے مقررہ حصص والے وراثتاً حسب حصہ تقصیر میں شریک کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ماں باپ کا چھٹا چھٹا حصہ اور شوہر کا چوتھا حصہ قرآن سے ثابت ہے اب اگر ان کو جمع کریں تو حاصل جمع پورا ہوتا ہے پورے ایک پراس چارم کے اضافہ کو بجائے اس کے کہ سب وارثوں کے حصہ پر وراثتاً حسب حصص تقصیر تقسیم کریں یہی علما سے لڑکیوں سے پر ڈالتے ہیں اور ان کا حصہ شیعہ سے گھٹا کر صرف پچھترہ بنتے دیتے ہیں جو صریحاً ظلم ہے پس شیعہ مذہب کا قانون وراثتاً نظراً اوسط سے دور اور افراط و تفریط کا مجمع ہے۔ لہذا قابل عمل نہیں

یہ ایک جملہ معترفہ ورمیان آگیا ہے ورنہ مقصود تو یہ تھا نا ہے کہ اسلام نے کسی مشور



تو اسے اس حالت میں بھی ل جاتا ہے جبکہ وہ میت کی دوستی ہنسوں اور ایک سو تیل  
بھائی کے ساتھ ہو۔

ماوروی ہوں۔ یعنی وہ بہن جو صرف ماں کے رشتہ سے بہن ہے بھائی یا بہن  
کے ترکہ سے سندس لپہ لینے کی مستحق ہے جبکہ میت کے اولاد درجیا۔ بیٹی۔ پوتا پوتی  
نہ ہو اور نہ ہی باپ یا ماں کا اولاد ہو۔

### عورت کا حصہ بحیثیت زوجہ

عورت والدین کے گھر پرورش پا کر جب اس قابل ہو جاتی ہے کہ وہ ایک اور  
گھر کو آباد کرے تو اس کی شادی کر دی جاتی ہے خاوند سے علاوہ ماں و باپ کے وہ  
اس رقم کو وصول کرنے کی حقدار ہے جو بطور حق بہ وقت نکاح مقرر ہو جائے یہ رقم  
خاوند کے سر پر فرض ہے جو دوسرے قرضوں کی طرح تقسیم ترکہ سے پہلے اوکرنی  
ضروری ہے

اسلام نے اس عارضی تعلق میں بھی عورت کو ترکہ شوہر سے حقدار وراثت قرار  
دیا ہے یعنی اگر خاوند کے اولاد ہے تو وہ من (میں) لے گی اگر نہیں ہے تو باپ (پہلے) اس  
حصہ کی وہ با اختیار کامل مالک ہوگی نہ کہ روایتی طور پر کہ کھٹے کو تو زوج کا تمام ترکہ اس کے  
قبضہ میں ہے مگر محال نہیں کہ اسے رہن و بیع و ہبہ کر کے ہمدردیات پوری کر سکے  
رواج یہ ہے کہ نہایت محدود اختیارات ملکیت دیتا ہے بیشک وہ کا خدات  
میں زمین کی مالک نہ تو لکھی جائے گی مگر اسکو منتقل کرنے کی مجاز نہ ہوگی تاکہ جس گھر میں وہ  
جائی گئی تھی اس کی زمین دوسرے کے پاس وراثتاً منتقل نہ ہو یہ اور بات ہے کہ  
زعیمہ اہل شیعہ اور ہم و راج میں اسے ہر باور میں دینے چلی جائے تو کوئی حرج  
نہیں ہاں خدا و رسول کے حکم کی بجا آوری میں اسے دوسروں کو دینے سے ناگ  
کشتی ہے یا

مذہب وہ کو محدود اختیارات ملکیت دینے میں مجبور نہیں کیونکہ وہ اپنی میں  
رشتہ نہیں کر سکتے مگر بخلاف اس کے ہم روکی کو غیر برادری میں دینے پر مجبور نہیں  
اور عموماً ہمارے ہاں دستور یہی ہے کہ برادری سے باہر روکی نہیں دیا جاتا پس

جب اپنی برادری ہی کی لڑکی زوجہ بنی تو اسے حصہ شرعی دینا اپنی ہی کو دینا ہے  
ہاں مرد کو یا ہر بیواہ کرتے وقت سوچ لینا چاہیے کہ اگر یہ بیوہ ہو گئی اور میرے  
کوئی فریضہ اولاد نہ ہوئی تو زوجہ کا حصہ ضرور اس کے بھائی بندوں میں منتقل ہو جائے  
شیعوں نے یہ قرار دے لیا ہے کہ عورت جائیداد غیر منقولہ کی وارث نہیں ہو سکتی  
گویا وراثت زوجہ کے معاملہ میں وہ روایتی میں اکثر روایتوں کے شر سے مسلمانوں  
کو محفوظ رکھے۔ آمین

### عورت کا حصہ بحیثیت والدہ

دنیا میں سب سے زیادہ محترم خیر و برکت اور سراپا ہمدردی ماں کا وجود ہے جس  
محبت سے وہ مصیبتیں اٹھا کر خفایاں جھیل کر راتوں جاگ کر اولاد کی پرورش کرتی ہے  
اور اسکی ذرا سی تکلیف سے بے تاب ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں دل سے دعا مانگتی  
رہتی ہے وہ ماں کے سوا اور کسی کا کام نہیں اگر اسلام ترکہ والد سے ماں کا حصہ مقرر نہ  
کرتا تو وہ زمین فطرت نہ کہلا سکتا قرآن شریف میں جہاں اور قریبی رشتہ داروں کے حصوں کی  
تشریح ہو چو ہے وہاں والدہ کی بھی ہے کہ اگر میت کے اولاد ہے یا ایک سے زیادہ بھائی بہن  
ہیں تو ماں کو سندس (لپہ) ملے گا اور اگر نہیں تو ثلث (پہلے)

### شیعوں کا اختلاف

قرآن نے اصول باندھ دیا ہے کہ جب ایک قرابت کے مرد و عورت جمع ہوں تو مرد کو  
دو عورتوں جتنا حصہ ملے گا اس اصول پر خاوند کو عورت سے ملتا ہے بھائی کو بہن سے  
دو چہ عطا ہوتا ہے پوتی سے پوتے کو مضاف دیا جاتا ہے ماں باپ کے حصہ میں  
خود قرآن میں تصریح موجود ہے کہ **لِلزَّوْجَةِ مِثْلُ لِدَ الْوَلَدِ** اور **لِلْأُمِّ مِثْلُ ابْنِ**  
یعنی جب میت کے اولاد نہ ہو اور اس کے وارث اس کے والدین ہی ہوں تو اسکی  
ماں کا حصہ بہتالی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ باقی باپ کا حق ہے اور وہ دوتہائی  
ہے پوتائی سے ملتا ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ باپ کا حصہ ماں سے اگر گونا گونا گونا گونا  
بھی تو نہ چاہئے فقہائے اہل سنت نے اس اصول کو اس وقت بھی نظر انداز نہیں کیا



جیکہ والدین کے میت کے احد الزوجین (یعنی طائفہ یا بیوی) ہوں ہیں جب خاک و سافہ ہو تو خفیوں میں سے اولاد میت کے ترکہ سے نصف شمار ہو دیا جاتا ہے باقی نصف کا ایک مٹائی یعنی (پلہ) ماں کو اور اس سے دگنا یعنی پلہ باپ کو مگر شیعوں کے ہاں اس صورت میں باپ کو پلہ ماں کو پلہ دینے کا حکم ہے اور اسی طرح میت کی زوجہ کے ساتھ وہ ماں کو پلہ دیتے ہیں اور باپ کو پلہ لیکن ہم ترکائی اصول پر ماں کو پلہ دینگے اور باپ کو پلہ ہماری سزاؤں سے ہے کہ جہاں جہاں میتیں کا دوا کو چلا ہے انہوں نے اہل سنت کے صحیح طرز عمل کو دوم پر ہم کرنے میں فرق نہیں کیا ہے

الغرض یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام نے ماں کو ہر صورت میں اولاد کے ترکہ سے حصہ دلا یا ہے اور یہ نہیں کیا کہ پالا پوسا تو اس نے اور اگر کار اولاد کی تمام کمائی دوسروں کے حوالے کر دی۔

### اسلام میں وادی وادی نانی کا حق

اسلام نے وادی اور نانی کو بھی ذوالفروض میں شمار کیا ہے یعنی ایسے وارثوں میں جن کو مقدرہ حصہ دینا فرض ہے ماں نہ ہو تو نانی کو ایک سدس (۱/۶) ضرورت سے گا اور اگر باپ نہ ہو تو وادی ششم لیگی وادی اور نانی کو حیات صحیحہ کہتے ہیں جو کبھی موجود ہونے کی صورت میں سدس میں شریک ہو جاتی ہیں۔

### پیشی کی اولاد کا وارثت میں حصہ

اسلام میں پیشی کی اولاد کو بھی حصہ دیا جاتا ہے مگر اس صورت میں کہ نہ کوئی ذوالفروض میں سے باقی ہو نہ معصیات میں یعنی جن حصہ وادوں کے حصہ نہ کوڑ چکے ہیں ان میں سے اگر کوئی نہ ہو اور نہ ہی کچھ یوں میں سے کوئی مرد ہو تو میت کے نواسے نواسیاں اور ان کے بیٹے بیٹیاں وارث ہو گئی۔

شیعوں کا اختلاف شیعیہ اس معاملہ میں ہم سے بعد المشرقین پر ہیں وہ لڑکیوں کی اولاد کو وارثوں کے طبقہ اول میں شمار کرتے ہیں اور اس کے ہوتے میت کے باپ واد کی اولاد کو کچھ نہیں دیتے مثلاً اگر میت کی نواسی بھی ہوگی تو نہ واد کچھ لے سکتا

اور نہ سگایا لی۔ حضرت امام اعظم سے جب امام جعفر صادق نے فرمایا تھا کہ سنا ہے کہ آپ دین میں عقل کو بہت دخل دیتے ہیں تو آپ نے جواب دیا تھا کہ میں شریعت کے حکم صریح کے سامنے اپنی عقل کو چلنے نہیں دیتا چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ لڑکی لڑکے سے جو کہ زوری زیادہ مستحق ارادہ ہے مگر چونکہ شریعت نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے کھانا دوا اس لئے میں نے کبھی یہ فتوے نہیں دیا کہ لڑکی کو لڑکے کے برابر یا زیادہ حصہ دیا جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بائیان مذہب شیعہ نے معاملات وراثت میں دین کے احکام کے مقابلہ میں اپنی عقلی عقائد کے گھوڑے بہت دوڑائے ہیں اور ارشاد نبوی کو پس پشت ڈال کر ان وارثین کو زمرہ وارثین درجہ اول میں شمار کر لیا ہے تو دوسرے طبقہ کے حق خیر کلی حذب ہمالہ لحدھ فیر حنوت انرض جانا یہ مقصود ہے کہ اسلام نے اپنے درجہ پریشی کی اولاد کو بھی حصہ سے محروم نہیں کیا

### والدہ اور وادی کے باپ واد کا حصہ

جب پیشیوں کی اولاد بھی نہ ہو تو شریعت نے والدہ میت کے باپ۔ وادی کے باپ۔ نانا کے باپ نانی کے باپ اور نانا کی ماں کو یکے بعد دیگرے میت کے ترکہ کا وارث بنایا ہے یعنی پہلے نانا وارث ہوگا اگر وہ نہ ہو تو پھر وادی کا باپ وغیرہ۔

شیعوں کا اختلاف شیعیہ متذکرہ بالا وارثوں کو طبقہ دوم میں جگہ دیتے ہیں اور ماں باپ اور اولاد کے بعد اسی کا حق مقدم سمجھتے ہیں یہاں بھی انہوں نے شرعی معاملات میں عقلی ڈھکوسلوں سے کام لیا ہے یا ہم سے اختلاف رکھنے کو بیراہہ نکالی ہے۔

### بھتیجیوں اور بھانجی بھانجیوں کا حصہ

جب میت کے نانا وغیرہ بھی نہ ہوں تو شریعت نے بھتیجیوں اور بھانجی بھانجیوں کو بھی ترکہ سے حصہ دلا یا ہے۔ شیعیہ یہاں بھی ہم سے اختلاف رکھتے ہیں اور ان کو طبقہ دوم کے وارثوں میں شمار کرتے ہیں۔



## پچھو بھی خالہ اور ان کی اولاد کو بھی حصہ ملتا ہے

جتنی بیویاں اور بھائیوں کے نہ ہونے کی صورت میں پچھو بھی اور خالہ کو حصہ دراشتہ بنتا ہے پچھو بھی چونکہ باپ کی بہن ہے اس لئے وہ ماں کی بہن (خالہ) سے دو گنا حصہ پائے گی یعنی ان میں تقسیم دو اور ایک کی نسبت سے ہوگی اور ایک قسم کی سگی اس قسم کی سوتیلی اور انسانی رشتہ دار کو محرم کر دے گی

جب باپ کی بہن اور ماں کی بہن اور بھائی نہ ہوں تو چچا کی بیٹی کی اولاد اور ماموں کی اولاد اور خالہ کی اولاد کو حصہ ملتا ہے اس طرح کہ چچا کی بیٹی پچھو بھی کی اولاد کے ساتھ دو بھائی اور چچہ بھی کی اولاد کو میت کے چچا کی بیٹی کے نہ باقی ہونے کی صورت میں ماموں اور خالہ کی اولاد کی موجودگی میں بچے لے گا اور ان کو لے لے

شیعوں نے بھی ان کو طبعاً سوم میں شمار کیا ہے بہر حال اسلام نے والد اور والدہ میت کی بہنوں کو بھی اپنے مقام پر حصہ دلایا ہے ذہن المانع

## اس سے کیا ثابت ہوا

بھائیو! آپ کو معلوم ہو چکا کہ اسلام نے عورت کو ہر رشتہ میں مقدار وراثت بتلایا ہے اور اس کو عیدنی رشتہ دار مردوں پر مقدم رکھا ہے مثلاً ایک شخص دو بیٹیاں اور ایک بھائی یا دو بہنیں اور ایک چچا چچو کر محل ہے تو پہلے بیٹیوں یا بہنوں کو ان کا حصہ (ثلثاں) (یعنی) دیکر باقی ماندہ ثلث (یعنی) بھائی یا چچا کو لے گا اسلئے کہ اپنی اولاد باپ کی اولاد سے اور باپ کی اولاد دادا کی اولاد سے بوجہ زیادہ قریب دار ہونے کے زیادہ حصہ پائے گی مقدار ہے یہ ایک قدرتی اور دل لگتا اصول ہے جسے دینِ فطرت اسلام نے بوقت تعیین حصص مد نظر رکھا ہے مگر وراثت کی بے اصولی اور تم کیشی ملاحظہ ہو کہ نہ وہ بیٹیوں کو حصہ دلاتا ہے نہ بہنوں کو اور سب کچھ بھائی اور چچا وغیرہ ہی کے حوالے کر دیتا ہے میں نے آپ کو نہایت اختصار کے ساتھ عورت کا حصہ ہر قسم کی رشتہ دار موٹلی حیثیت سے بتا دیا ہے کہ وہ میت کے بیٹے بیٹی اور پوتے پوتی کی نسبت سے میت کی میت کے دوا دادی کی بیٹی میت کے بھائی اور بہن کی بیٹی میت کے چچا پچھو بھی بہنوں

خالہ کی بیٹی الغرض ماں باپ کے تمام قسم کی بیسی رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے مردوں کے وراثت بدویش ترک میت سے اپنے اپنے مقام پر حصہ پاسکتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام جس خرافہ دلی سے عورت کے حقوق مقرر کئے ہیں اور کسی مذہب نے نہیں کئے یہ حقیقت حال معلوم کرنے کے بعد بھی ہر شخص اس اسلام کے دینِ فطرت ہونے کے قائل نہ ہوں اور شریعت محمدیہ کے آگے تسلیم ختم نہ کریں ان کی بابت یقین کرنا چاہئے کہ ان کی حالت قابلِ رحم ان کی دماغی قابلیت قابلِ ہوس اور ان کا ایمان خطرے میں ہے ہمیں خدا سے انتہا کرنی چاہئے کہ وہ ان کی اصلاح کرے اور ہدایت دے

## گورنمنٹ کس طرح عورتوں کے حقوق دلا سکتی ہے

میں نے چند روز ہوئے انجمن حمایت اسلام کی توجہ بذریعہ اخبار رسالہ سمیت وزیندار مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۷ء مستورات کی حقوق تلخی کی طرف مبذول کرانی تھی کہ وہ شہاب کی ایک بہت بڑی انجمن ہونے کی حیثیت سے گورنمنٹ سے اسناد عا کرے کہ مسلمانوں کی جائداد کی تقسیم کے متعلق جو دعوے و الزامیں ان کا فیصلہ لازمی طور پر شرع محمدی کے مطابق کیا جائے تاکہ اس کو ذرا صنف کو اپنا حق شرعی مل جائے۔ شاید بادی النظر میں یہ درخواست قابلِ سماعت نہ خیال کی جائے گی مگر گورنمنٹ کسی کے رسم و رواج میں دست اندازی نہیں کرنا چاہتی مگر ہمارا سوال یہ ہے کہ جب رسم و رواج ایک طبقہ پر ناقابلِ برداشت مظالم کی حد تک پہنچ جائیں رسم و رواج کی آڑ میں گزروں کے حقوق پر ڈاکے پڑیں اور ظالم و ناخدا ترس لوگ دارشائن باز گفت کہلا کر ہر رشتہ داروں کے حقوق غصب کر لیں تو وہ رسم و رواج اس قابل نہیں کہ ان کو تسلیم کیا جائے اور ان کو جاری رکھ کر حق تلفیاں قائم رہتے دی جائیں اسی سر زمین میں سستی اور دختر کشی کی رسم بھی جاری تھی مگر گورنمنٹ نے عورتوں پر رحم کھا کر ان کو موٹو فٹ کرنا اگر گورنمنٹ اسی رسم سے کام لے کر عورتوں کی حق تلفی کی رسم بھی بند کر دے تو بڑی نیکی کا کام کرے۔ امید ہے ہمارے صاحبِ رموز بھائی جن کو حقوق نسواں کا پاس ہو اس بات کو ذہن نشین رکھیں گے اور کوشش کریں گے کہ عورتوں کو محروم الارث رکھنے کا رواج قانوناً ختم ہو جائے اور جب تک بند بھوان کو حصول حقوق میں سہولتیں نہ پہنچائی

خاتونِ محترمہ! اگر آپ کو اس مسئلہ پر دلچسپی ہو تو براہ کرم اس کتاب کو پڑھیں اور اس میں مذکور تمام باتوں کو سمجھیں اور اپنے حقوق کی لڑائی لڑیں۔



اسلامی قانون وراثت کے موٹے موٹے اصول

چونکہ پختہ آباد میں ۱۵۹ فیصد مسیحی مسلمان اسلامی قانون سے ناواقف ہیں اس لئے اس دقیق مسئلہ کے موئے موئے اصول بیان کروئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ شرعاً کیا ہے ؟

لاگوں کو کفن کا خرچ نکال کر قرض اٹار کر اور باقی میں سے ایک تہائی مال تک عیت پوری کر کے ترکہ تقسیم کرنا چاہئے۔ (اولاد کے حق میں بلا رضا مندی دیگر وارثانہ وصیت لگانا ہرگز نہیں جائز ہے) (۲) بیٹے ماں باپ اور خاوند یا بیوی کا حصہ نکال کر باقی ترکہ اولاد میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (۳) اگر مرے والے کے قریبی رشتہ دار کے ہوتے تو ورثہ وار کو کچھ نہیں ملتا اور فقط ورثہ کے عین مطابق حصہ مثلاً ماں کے ہوتے نانی محمد و مستقی ہے اور اولاد کے ہوتے اولاد کی اولاد کو نہیں ملے سکتی۔

(۴) چونکہ مرگ و موت برقعہ تافضیات حاصل ہے اس لئے ایک مرد کو دو عورتوں کے بار حصہ ملتا ہے مثلاً میت کی دو بیٹیوں کو جتنا حصہ ملے گا انسانی اسکے بیٹے کو ملے گا۔ جب بیٹا یا پوتا کوئی نہ ہو مگر ایک بیٹی یا پوتی ہو تو اسکو نصف اور اگر زیادہ ہوں تو سب مال کی دو تہائی میں شریک ہوگی۔

۱۵۱) سونے والے کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو زکر کی چوٹھالی اور اگر بیو تو آفتواں حصہ ملتا ہے اور اسے بطرح غلو بہر کو زوج کے ترکہ میں سے نصف اور چارم۔

لہذا اگر میت کی اولاد ہو رہے ہیں یا بیٹی یا پوتہ تو بیوی وغیرہ ان کو مال باپ کو مال متروک کا چھٹا حصہ ملتا ہے اور اگر نہ ہو تو پھر اس سے زیادہ وافر شرح انیس الواشیں جو معلوم ہو سکتی ہیں (یعنی اسکے سوتیلے بھائی بہن صرف اس صورت میں حقدار نہیں جب میت کا باپ و اولاد نہ ہو اور نہ بیٹا پوتا ہو بلکہ اگر صرف بیٹیاں یا پوتیاں ہوں تو ان کا حصہ دو تہائی ان کا مال کر باقی بہن بھائی کے لئے ہو سکتے ہیں اور مادری بہن کے لئے ایک تہائی ہے جبکہ میت کے بیٹے پوتے کی بھی اولاد نہ ہو۔

۸۱ حبیب اس قسم کے وارث جمع ہو جائیں جن کو مقررہ حصے دیکر کچھ مال بڑھ جائے تو وہ باقی مال سوائے شوہر یا بیوی کے انہی میں ان کے حصص کے موافق تقسیم کر دیا

جائیگا اور اگر مقررہ حصوں کے وارثین بڑھ جائیں اور اگر پورا حصہ دینے کا مقصد نہ ہو  
تو ہر ایک حصہ اس کے حصے کے موافق گھٹا دیا جائیگا شرعی اصطلاح میں اسکو دو  
اور اسکو عول کہتے ہیں پورا بیان کتب علم الفرائض سے معلوم ہو سکتا ہے ۵  
(۹) شریعت میں جہدی اور دو وسیع کردہ جائداد ایک ہی حیثیت رکھتی ہے جس شخص کے  
قبضہ میں از دوسے شریعت کوئی حصہ ہو وہ اس کے بیع و ہب کا مختار ہوتا ہے ۵  
(۱۰) بیٹے بنانا از دوسے شریعت ناجائز ہے کیونکہ اس سے دیگر حضرات کو نقصان  
پہنچتا ہے ۵

عورت کا حق مارنے کی دنیا میں سزا

مجھے اس میں عین یقین ہے کہ جو شخص یا اشخاص کسی عورت کا حق وراثت ظلم سے محض کر لیں تو اس کا بدلہ دنیا میں بھی مل کر رہتا ہے میرے گرد و پیش کئی واقعات ہیں جن میں عورت کو جبراً اسکے والدین و اقربائے ترکہ سے محروم کیا گیا جس پر اس کے زخم خود دل سے آہ نکلی۔ جو خالصیوں کے گھر پر پہلی بیکہ گری اور اسے چند سالوں میں خاک کر دیا جن ظالموں کے سازش کر کے چارہی کو محروم الاءت کیا تھا ان کا چند سالوں میں خاندان ہمو گیا۔ انہوں نے عورت کو محرم نہ اس نہت سے کیا تھا کہ ہم مرد ہیں ہم مال لے کر اپنے لڑکوں اور پوتوں کو دیکھ کر افسوس سے بیٹھ پڑے ان کے نصیب بھی نہ گئے اور ان کا مال دوسروں کے کام آیا لاحق پھینا ہوا مال ایسا زہر قاتل ہے جو خالص ہی کا نہیں بلکہ اس کی نسل کا خاتمہ کر دیتا ہے اور جو اس سے خلافت میں اتفاق و شفا و پھیلتا ہے وہ طریق برائی

نجاتی میں یہ مثل مشہور ہے کہ اوتھریاں دامالی نہیں پھلے یعنی جس کے لئے کھانا ہو اس کا ترکہ جن کے قبضے میں آئے ان کو نفع نہیں دیتا یقیناً اس سے نفع نہیں کہ وہ قلم سے تفاوت شریعت حاصل کیا ہوتا ہے اور بالی حرام کا جو انعام ہے وہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ مال حرام ہو و بچائے حرام رفت



## آغا گل کی خلاف شریعت گواہی

مشر سلطان علی المشورہ آغا گل بد قسمتی سے ان لوگوں میں سے ہیں جو صحابہ کرام سے دشمنی کا یہ سبب بتاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ کا شرعی حصہ نہ دیا حالانکہ حسب حدیث کائنات و لا نورث انبیاء کا ذکر عام وارثین میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ بطور مال وقف جمیع امت کے نفع کے لئے ہوتا ہے مگر صحابہ کرام پر ناحق کے ٹکے چھین آغا گل صاحب بڑے دھڑلے سے عدالت لہانہ میں بیان دیتے ہیں کہ ہم دشمنان کو حصہ نہیں دیتے بلکہ ہم پادشاهوں کو بھی عروم الارث کر دیں چنانچہ اس خلاف شریعت حصہ بے حقوق کو اپنے اعمال سے ثابت کرتے ہیں کہ میری بین ہمیشہ گمان کو کچھ نہیں ملا اور میں نے اپنے بیٹے کو عروم الارث کیا ہے اس وجہ سے دہلی اور شریعتی سے خلاف شریعت عمل کرنے والوں کو بزرگان دین کے منہ آنے سے کچھ تو ٹھنکانا چاہیے نیز ان شخصوں کو بھی جو ایسے رواجی لوگوں کو ایذا اور سلطان القلم مانیں۔

## ہے خلود ناری ان کے لبوں پر عید

بعثت خاتم الرسل سے پیشتر اس دہر میں  
زیر دستوں کے ابھرنے کی نہ تھی کوئی سبیل  
حق ایتام دایا مے غاصبوں کی نذر تھے  
ترک مورث سے ان کو تھی نہ ملتی اک بھی کھیل  
بازوؤں میں زور رکھنے والے ہی حق دار تھے  
تھا اصول ان کا کہ کمزوری ہے حرام کی دلیل  
جب تھے کمزور اس طرح آنا جگہ ظلم و جور  
آگیا ان کی مدد کو رسول رب جلیل  
آم و بہت و زو حجب و جہدہ کو بھی وارث کیا  
ابن دین و زور و جہد کے ساتھ ہا طرز جلیل

جاہلیت کے رواج ناسر سب اٹھ گئے  
ہو گئی جاری شریعت ہر جگہ بے قال و قیل  
ماسوا پنجاب کے اس وقت بھی ہر ملک میں  
تالیخ شرع میں ہیں سب سلمان اے خلیل  
ہم شریعت کے نہیں بلکہ ہیں پابند رواج  
کہلو الیقا ہے ان سے اس جگہ مال قلیل  
غیرت و شرم و حیا و دین و ایساں کر چکے  
غرق یہ پنجاب میں افسوس از حرم جہیز

ہے رواج ان کا سراسر ظلم پرور عدل سوز  
اس پر نازاں ہیں مگر یہ جاہلان بے دلیل  
مال اور اولاد سے سب خیر و برکت اٹھ گئی وہ  
اس پر بھی تو یہ نہیں کرتے یہ مردوں دلیل  
ہے خلود ناری ان کے لئے بین و عید  
پھر بھی یہ بنے نہیں پابند شرع بے عدیل  
رکھ رواج بد کی زد سے شرع کو یارب موصول  
بیسے کعبہ کو رکھا از حملہ اصحاب فیل

## آمد و خرچ

اخیر گشت ۱۹۲۵ء تک دہلی ہجرت - مزید آمد تا اخیر نو مہر معین میزان  
مقدور خرچ ہر سالہ عقد ام کلثوم رضی اللہ عنہا باقی لیٹے رسالہ ہذا کے اخراجات و ممبر کے  
حساب میں محسوب ہوئے خان صاحب شیر محمد صاحب کے بیٹوں سے منہ بھی  
قابل وصول ہیں غلام و شہید نامی خازن

## اغراض و مقاصد دائرہ

مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کی تلقین اور غیر اسلامی رسم و رواج کی بیخ کنی کرنا اور بزرگان  
دین کی عظمت کا سکھ بٹھانا۔



## عورتوں کی داورسی کی طرف قدم

خدا کا شکر ہے کہ جناب میں داورسی کی طرف سے منع ہو چکی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں موضع  
بہرہ کے قلعہ کو جو راجا نے قبضہ کیا اور اس کے قریب ایک عورت کی ملکیت تھی جسے عدالت عابدہ نے قبضہ  
کے تحت میں لیا ہے اور جو عورت کے والدین نے اس کی ملکیت سے اسے محروم کیا ہے اور اس کی ملکیت  
مسلمانوں میں سے کسی کو بھی نہیں دے سکتے۔ یہ پیر کی طرف سے عالم شاہ صاحب کو بتایا گیا ہے کہ یہ عورت  
بہرہ میں ہے۔ اسے اپنے چچا پیر حیدر شاہ صاحب مرحوم کی بیٹیوں کے نام پیش کروں اور اس کی  
ملکیت کا اندراج کا خدشات نہ کر رہی ہیں کہ اسے خیرہ و استغیرا بخوار دے۔

پیر حیدر شاہ صاحب بی پوری نے جو اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جو پیر حیدر صاحب  
جو نے کی دعوے دار ہے۔ حج پر جانے سے پہلے اپنی بہنوں کے حقوق وراثت ادا کرنا کی وصیت  
کی تھی جس پر مولوی عبدالواحد صاحب امام مسجد پٹنہ لاہور گواہ ہیں۔ ہم منتظر ہیں کہ عدالت  
مذکورہ کا فیصلہ صحت کر کے اپنے مؤرخ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔

نیا دمسند نامی انجمن نعمانیہ ہند لاہور کا ممنون ہے جنہوں نے میری آواز پر لبیک  
کہتے ہوئے اپنے رسالہ کے انجمن میں بعنوان شرمی میراث غلو طریقے بتائے جن سے مسلمانوں  
کو پابند شریعت بنایا جا سکتا ہے۔

عزیز میری طرف سے انجمن صاحب کی زبانی مجھے رہبر میں معلوم ہوا کہ مجلس انجمن حمایت اسلام  
لاہور میں بھی ۲۰ ستمبر کو مولوی راشدہ خیر کی تقریر حقوق منیاں کے بعد مسلمانوں کو عورتوں کے  
حقوق وراثت دینے پر دلچسپ تقریریں ہوئیں۔ مرسلہ محمد شفیع صاحب بیرسٹر اٹل لال نے کہا کہ  
مذکورہ کی وراثت کے خلاف کوئی بحث قابل سماعت نہیں کیونکہ ان کا حق از روئے قرآن  
سلم اور اس کا منکر قطعی و وزنی ہے۔ پھر انہوں نے بیان کیا کہ میری چوہچوہوں اور بہنوں  
کو حصہ ملا اور میں نے اپنی بیٹیوں کے لئے بھی وصیت کر دی ہے ہم انجمن مذکورہ کے بھی  
اس بارے میں ممنون ہیں اور اس کے عملی کام پر فرید شکر یہ ادا کر رہے ہیں۔

خاکسار نامی عفی عنہ